جون ۲۰۱۰ء | 338

مُدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمٰن مدنی
حفظہ اللہ

مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدِّث

۲ یورپ میں حجاب ونقاب کے خلاف مہم
۳۳ وجودِ باری تعالیٰ؛ سائنس کی نظر میں
۶۱ مولانا عزیز زبیدیؒ: حالات، خدمات

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقیق الاسلامی

اہم اعلان

معزز قارئین کرام! کتاب وسنت ڈاٹ کام پر آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ کے لیے مہیا کیے جانے والے تمام یونی کوڈ رسائل وجرائد چونکہ سوفٹ ویئر کی مدد سے ان پیج سے یونی کوڈ میں تبدیل کیے جاتے ہیں لہذا ان میں اغلاط کا امکان بہرحال موجود ہے۔ یونی کوڈ فارمیٹ میں مہیا کرنے کا بنیادی مقصد سرچنگ میں سہولت پیدا کرنا ہے۔ لہذا آپ سے التماس ہے کہ برائے مہربانی غلطیوں سے محفوظ مواد کے حصول کے لیے پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں موجود فائلز کو ڈاؤن لوڈ کیجیے۔ نیز نوٹ فرمالیں کہ پی ڈی ایف (PDF) اور (Word) فائلز میں کسی بھی قسم کے اختلاف کی صورت میں ہمارے نزدیک (PDF) فائلز کو ترجیح ہوگی۔

گھر بیٹھے محدث وصول کیجئے

معزز قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں:

فی شمارہ: 20 روپے　　زرسالانہ: 200 روپے　　بیرون ملک: 20 ڈالر سالانہ

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر کے لیے گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں

ایڈریس: ماہنامہ محدث 99 جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

فون نمبرز: 042-5866476,5866396,0321-4340803

نوٹ: برائے مہربانی ویب سائٹ کے ذریعے محدث آرڈر کرنے والے احباب ویب سائٹ کا حوالہ ضرور لکھیں۔ شکریہ

مزید تفصیلات کے لیے webmaster@KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.Mohaddis.com

ملتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ محدث لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
Only For SMS
0333-4213525

جلد ۴۲ رشمارہ ۶ —— جمادی الاخرۃ ۱۴۳۱ھ —— جون ۲۰۱۰ء

فہرست مضامین

فکر و نظر

یورپ میں حجاب ونقاب کے خلاف مہم — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی — ۲

کتاب و حکمت

حب مال اور قرآنی دعوت ② — مولانا ابوالجلال ندویؒ — ۲۱

قانون وقضا

قرآن، آئین پاکستان اور قائداعظم — محمد عطاء اللہ صدیقی — ۳۳

تحقیق و تنقید

غیر مسلموں پر شرعی قوانین کا نفاذ — محمد رفیق چودھری — ۴۱

اسلام اور سائنس

وجود باری تعالیٰ سائنس کی نظر میں — ڈاکٹر موریس کریسن — ۴۶

اسلام اور مغرب

پیمانہ فوز وفلاح: ترقی یا نجات؟ — محمد عمران صدیقی — ۵۲

یادِ رفتگان

مولانا عزیز زبیدی: حالات وخدمات — کامران طاہر — ۶۱

ڈاکٹر اسرار احمد بھی چل بسے..... انا للہ! — مولانا محمد یوسف انور — ۷۸

مدیر معاون
کامران طاہر
0302 4424736

زر سالانہ
=/۲۰۰ روپے
فی شمارہ =/۲۰ روپے

بیرون ملک
زر سالانہ =/۲۰ ڈالر
فی شمارہ =/۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984-8
UBL- Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
۹۹ جے،
ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
☎ : 5866476
5866396
5839404
Email:
hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

محدث کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

یورپ میں حجاب ونقاب کے خلاف مہم

مغرب نے تین صدیاں قبل، اپنی نشاۃِ ثانیہ کے مرحلہ پر دین ومذہب کو دیس نکالا دے کر 'قومی ریاستوں' کا نظریہ پیش کیا، اور اس موقع پر دین وریاست کے مابین حد بندی کے سیکولر نظریے کو متعارف کرایا گیا۔ اس وقت ان کا خیال تھا کہ یہ نظریہ الحاد ودہریت کے لئے ایک مضبوط ڈھال ثابت ہوگا اور اس طرح مذہب کو ایک تنگ دائرے میں بند کرکے جدید دنیا کا انسان اپنی من مانی کرنے میں آزاد ہوگا۔ یہ امر حقیقت ہے کہ دین وریاست کے مابین حد بندی اور جدائی کا یہ نظریہ، مغربی نظریات میں سے انتہائی خطرناک ثابت ہوا، اور اس نے مذاہب کے دائرۂ عمل کو محدود کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اس بنا پر آج کی مغربی ریاستوں کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ وہ عیسائی ریاستیں ہیں، ایک غلط فہمی ہے۔ اہل مغرب نے پہلے پہل اپنے عیسائی مذہب سے ہی آزادی حاصل کی تھی اور کلیسا سے آزادی کی جنگ لڑی تھی، اس کے بعد آج وہاں اِلحاد ودہریت اور انسانی خواہشات کی حاکمیت، جمہوریت کی صورت میں قائم ہے۔ جبکہ مغربی معاشرے کا مذہبی حوالہ اسی حد تک ہے کہ اپنے تاریخی پس منظر کی بنا پر وہ دیگر مذاہب کے بالمقابل عیسائیت سے زیادہ قربت اور مانوسیت رکھتا ہے۔

عیسائیت ویہودیت ہو یا ہندومت اور بدھ وجین مت وغیرہ، ان کی حد تک مغرب کا یہ نظریہ کارگر ثابت ہوا، لیکن اسلام جو اللہ جل جلالہ کا نازل کردہ کامل اور آخری دین ہے، اس کے مقابلے میں مغرب کو یہ کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ مذاہب وادیان کی تاریخ پر معمولی نظر رکھنے والا بھی یہ جانتا ہے کہ قرآنِ کریم کی حفاظت اور اس کے شانہ بشانہ علومِ اسلامیہ کی غیر معمولی ترقی ایسی ناقابل شکست برتری رکھتی ہے کہ اس کے مقابل آنے والا ہر نظریہ آخرکار شکست خوردہ ہوجاتا ہے۔ کسی بھی جاذبِ نظر اور بظاہر بڑے مفید نظریہ کو جب اسلام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو قرآن وسنت کے محکم دلائل کے سامنے اس کی حقیقت لمحوں میں کھل

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے۔ اگر اسلامی نظریات کو مسخ بھی کرلیا جائے تو تھوڑے ہی عرصے میں قرآنِ کریم کی بدولت حقیقی اسلام دوبارہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی تاثیراتنی قوی اور انسانوں سے اسلام کے تقاضے اتنے فطری اور حقیقی ہیں کہ اسلام کی طرف مخلصانہ رجوع کرنے والا کوئی بھی انسان ان سے متاثر ہوئے بغیرنہیں رہ سکتا۔ اگر اسلام کی تفصیلات کو دیکھا جائے تو یہ دیگر مذاہب کے برعکس زندگی کے تمام دائرہ ہائے حیات کوگھیری نظر آتی ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے روزانہ پنج وقتہ نماز کی صورت میں اللہ کی بندگی کا تقاضا کرتا ہے، جبکہ دیگر مذاہب کا عبادتی تقاضا اس کا عشرعشیر بھی نہیں ہے۔ اسلام کو یہ تاثیراورقوت اس کی بھرپور حفاظت نے عطا کی ہے جس کی ذمہ داری براہِ راست اللہ تعالیٰ نے روزِ قیامت تک لی ہے۔

مغرب میں نت نئے نظریات کو پیش کرنے والوں کا خیال تھا کہ آخر کار ان کی بنا پر وہ ایک من پسند اورانسانی خواہشات کے تابع معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اس بے جا اعتماد کے نتیجے میں اُنہوں نے مسلم ممالک پر جارحانہ چڑھائی اور اپنے ہاں ہونے والی دنیوی ترقی کے بعد اس سے متمتع ہونے کے لئے آنے والے مسلمانوں کو روکنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی، کیونکہ ان کے پیش کردہ نظریات اور اس کے نتیجے میں تشکیل پانے والا معاشرتی وسیاسی ڈھانچہ اُنہیں اس قابل نظر آیا کہ آخر کار یہ مسلمان بھی اس میں جذب ہوکر رہ جائیں گے، لیکن دیگر مذاہب کے برعکس مسلمانوں کی حد تک عملاً ایسا نہ ہوسکا۔ چنانچہ آج امریکہ ویورپ کی صورتحال یہ ہے کہ وہ اپنے معاشروں میں اسلام کے بڑھتے معاشرتی مظاہر سے بری طرح خوفزدہ نظر آتے ہیں۔ امریکی ویورپی معاشروں میں بسنے والے مسلمانوں کو ان ممالک کے قوانین اور عدالتیں تو دبے لفظوں میں تحفظ فراہم کررہی ہیں لیکن ان ممالک کے بدلتے معاشرتی حالات پر نظر رکھنے والے سماجی ماہرین اپنے قانون ونظریہ کے برعکس، مسلمانوں کو اپنے تہذیبی بلکہ اسلامی مظاہر ترک کرنے کے لئے ہر بہانے کا سہارا لینے پر مجبور دکھائی دیتے ہیں۔ ان حالات میں اہل مغرب کو اپنے دستور وقانون کی از سرنو تشکیل یا تعبیر جدید کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔

اکیسویں صدی میں اگر اس تہذیبی مباحثے کا جائزہ لیا جائے تو یورپ میں اسلام اور اس کے شعائر کے خلاف مختلف حوالوں سے معاشرتی مخاصمت کا ایک طویل سلسلہ نظر آتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

یورپی اقوام آئے روز کسی نہ کسی اسلامی شعار کے خلاف کمربستہ ہوکر اپنے داخلی خوف کا اظہار کررہی ہوتی ہیں۔ درجہ بدرجہ اسلام کو بنیاد پرستی، انتہاپسندی، شدت پسندی اور آخر کار دہشت گردی کا مترادف باور کرانے کی ہرممکنہ کوششیں کی جارہی ہیں۔ ہر یورپی ملک کا میڈیا یک رخی رپورٹنگ اور پروپیگنڈے کے بل بوتے پر اپنے عوام کی اسلام مخالف ذہن سازی پر کمر بستہ ہے، یوں لگتا ہے کہ اُنہیں 'اسلاموفوبیا' ہوگیا ہے۔ اُنہیں مغربی ممالک کی ظالمانہ جارحیت اوراس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سنگین انسانی المیوں سے اپنے عوام کو متعارف کرانے کی تو کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، جبکہ اس کے ردعمل میں مظلوم کی پکار کو اس انداز میں اُبھارا جاتا ہے کہ اس سے شدت وتشدد کا تاثر اُبھر کر سامنے آئے۔ یورپ میں امن و رواداری کے چمپئن سکنڈے نیوین ممالک نے پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت کا اپنا روزمرہ معمول بنا رکھا ہے۔ آج کے آزاد منش انسان کو یہ رکاوٹ بری طرح کھٹکتی ہے کہ مسلمان اپنی مقدس شخصیات کے بارے میں ان کی سی آزاد روش کو کیوں اختیار نہیں کرلیتے؟ مدارس ومساجد اوران کے متعلقین کے بارے اہل مغرب کی دلچسپی دیدنی ہے اور وہ اُنہیں دنیا کا امن برباد کرنے والا ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ قرآنِ کریم کے بالمقابل 'فرقان الحق' کے نام سے خودساختہ قرآن کو پروان چڑھانے کی سازشیں کی جاتی ہیں اوراس مقدس کتاب کو معاذ اللہ نجس نالیوں میں بہایا جاتا ہے۔ اسلام کا نظریۂ جہاد اور مجاہدین ان کے لئے خوف کی سنگین علامت بنے ہوئے ہیں اور یورپی پارلیمنٹوں سے وابستہ اراکین قرآنِ کریم کی آیات کو خودساختہ عالمی امن کے لئے شدید خطرہ قرار دے چکے ہیں۔ اسلام کے خلاف اور اسلامی مفاہیم کو مسخ کرنے کے لئے دنیا کی ہر زبان میں کئی ایک فلمیں بنائی اور دکھائی جارہی ہیں۔ حال ہی میں سویڈن میں مساجد کے مینار عظیم شناختی مسئلہ بن کر اُبھرے ہیں، یاد رہے کہ سویڈن میں ۴۰ کے قریب مساجد میں یہ مینار صرف تین مساجد پر ایستادہ تھے، لیکن سویڈن کا سیکولرزم اس سے خطرہ میں پڑا ہوا ہے۔ انہی دنوں امریکہ سمیت یورپی ممالک میں ائیرپورٹس پر مسلمانوں کو برہنہ سکیننگ کے مرحلے سے گزارا جارہا ہے، امریکہ کے برعکس برطانیہ ویورپ میں اسے ائیرپورٹ انتظامیہ کا اختیار قرار دیا گیا ہے کہ وہ کس مسلم خاتون کی باڈی سکیننگ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ مسلم دانشور اسے 'برہنہ دہشت گردی' کا عنوان دے کر مسلم اُمہ سے اس امتیازی سلوک کی برملا

www.KitaboSunnat.com

شکایت کررہے ہیں۔ ۲۰ مئی کو مقبولِ عام ویب سائٹ 'فیس بک' نے نبی کریم ﷺ کے خاکے بنانے کے عالمی دن منانے کا اعلان کردیا جس پر لاہور ہائیکورٹ نے فیس بک اور پھر یوٹیوب نامی ویب سائٹس پر پاکستان میں پابندی عائد کردی۔ اسلام کے بارے اپنی من مانی کو گوارا نہ کرنے اور ان ویب سائٹس کو بند کرنے پر مغربی دانشور پاکستان کو شدید تنقید کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ تہذیبوں کی جنگ اور سماجی ومعاشرتی رویوں کا تضاد واختلاف ہر جگہ سر چڑھ کر بول رہا ہے!! تہذیبی تصادم کے اس مرحلے میں دراصل مسلمان ایسی اقوام کی عسکری اور ابلاغی جارحیت وانتہا پسندی کا شکار ہیں جن کا دعویٰ مذاہب کی آزادی، رواداری اور مفاہمت کا ہے جب کہ خود وہ دنیا بھر کو انسانی حقوق اور تہذیب کا درس دیتے نہیں تھکتے!

خواتین کا حجاب ونقاب تو یوں لگتا ہے کہ فی زمانہ یورپی اقوام کا سب سے بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔ یورپ میں دو کروڑ سے زائد مسلمان آباد ہیں، جن میں سے بلجیم میں ۶ لاکھ، جرمنی میں ۳۰، برطانیہ میں ۲۰ اور فرانس میں ۶۰ لاکھ مسلمان قیام پذیر ہیں۔ فرانس کے ۳۰ لاکھ مسلمان تو باقاعدہ یہاں کی شہریت بھی رکھتے ہیں جو ماضی میں فرانس کے مقبوضہ 'الجزائر' کو اس کا باقاعدہ حصہ قرار دیئے جانے کی بنا پر فرانس میں ہی نقل مکانی کرآئے تھے۔ یورپ کی سب سے بڑی مسلم اقلیت یہاں ہی اقامت گزیں ہے۔ فرانس اپنے سیکولر نظامِ حکومت پر نازاں ہونے کے باوجود 'مسلم تشخص' کے نظریاتی مسئلہ سے بری طرح دوچار ہے۔ یہاں حجاب ونقاب اور برقعہ کا معاملہ گذشتہ پانچ برس سے مرکزی مسئلہ بنا ہوا ہے اور فرانس اس سلسلے میں پورے یورپ کی قیادت کررہا ہے۔ فرانسیسی حکومت کے بیانات آئے روز اخبارات میں شائع ہوتے ہیں اور حکومتی ذمہ داران سے ہر پلیٹ فارم پر اس ضمن میں سوال کیا جاتا ہے۔

❁ ۴ ستمبر ۲۰۰۳ء کو بڑے طویل بحث مباحثے کے بعد فرانسیسی حکومت نے پبلک مقامات اور سرکاری اداروں میں سکارف (سرڈھانپنے) کی ممانعت کا قانون منظور کیا گیا۔ قانون کو مؤثر بنانے کے لئے اس کی خلاف ورزی کی صورت میں جرمانہ اور قید کی سزا تجویز کی گئی۔

✦ فرانس کے اس قانون کے بعد دیگر یورپی ممالک میں بھی یہ بحث شروع ہوگئی، اور اکتوبر ۲۰۰۶ء میں برطانیہ کے وزیر خارجہ جیک سٹرا اور دیگر حکومتی اراکین نے برطانیہ میں بھی اسے زیر بحث لانے کی تجویز پیش کی۔ سکارف سے آگے بڑھتے ہوئے برطانوی وزیر خارجہ

www.KitaboSunnat.com

جیک سٹرا نے نقاب پر پابندی کے مسئلہ کو پارلیمنٹ میں زیر بحث لانے کا تقاضا کیا اور یہ قرار دیا کہ نقاب کے ذریعے برطانیہ میں بسنے والی آبادیوں کے باہمی معاشرتی تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔ان کی تائید برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیر نے کی اور کہا کہ میں پابندی لگانے کو تو نہیں کہتا،لیکن اسے زیر بحث لانے کی تائید کرتا ہوں۔ جیک سٹرا پر اس حوالے سے تنقید بھی کی گئی اور نائب وزیراعظم جان پریسکاٹ نے اسے مسلمان خواتین کا حق قرار دے کر نقاب کا دفاع کیا۔کمیونٹی اور مقامی حکومتوں کے وزیر فل وولس نے کہا کہ'' اُصولاً تو نقاب پر پابندی ہونی چاہئے، کیونکہ اس سے خوف اور دوسروں کی تضحیک کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے، البتہ اگر اس پر سختی اور قانون سازی کی گئی تو مسلمان اپنی روایات کا دفاع کریں گے اور اس کے نتیجے میں 'برائی در برائی' کا طویل اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجائے گا جس سے بی این پی جیسی انتہاپسند جماعتیں فائدہ اُٹھاتی ہیں۔ لہٰذا قانون سازی کی بجائے مناسب اقدامات سے برطانیہ میں نقاب کو آہستہ آہستہ ختم کرنا چاہئے۔'' جیک سٹرا پر تنقید کرتے ہوئے چرچ آف انگلینڈ نے یہ قرار دیا کہ مختلف اقلیتوں کے بارے قانون سازی سے برطانوی معاشرہ مزید تفریق کا شکار ہوجائے گا،اس لئے ایسی بحثوں سے گریز کرنا چاہئے۔اندریں حالات یہ بحث برطانیہ میں زیادہ نہ پنپ سکی۔

✧ جون ۲۰۰۴ء میں برطانیہ میں شبینہ نامی ایک ۱۵ سالہ مسلم طالبہ کا کیس بھی سامنے آیا جس کو لیوٹن شہر میں برقعہ پہننے پر سکول سے خارج کردیا گیا تھا۔حجاب پر فرانس میں لگنے والی پابندی کے بعد سازگار فضا کی بنا پر ہائیکورٹ نے یہ قرار دیا کہ ''سکول کی پالیسی درست ہے جو تمام مذاہب میں ہم آہنگی اور تہذیبوں کے مابین مفاہمت کو فروغ دیتی ہے،اس لئے اُصولاً تو سکول کو یونیفارم وغیرہ کی بنا پر طلبہ کو خارج نہیں کرنا چاہئے،لیکن اگر کوئی طالبہ اس پر اصرار کرے تو سکول کے پاس ایسا کرنے کا اختیار موجود ہے۔''

✧ سکول میں نقاب وسکارف پہننے کا مسئلہ مارچ ۲۰۰۴ء میں امریکہ میں بھی پیش آیا، جہاں ریاست اوکلوہاما میں ۱۱ سالہ نتاشا نے سرڈھانپنے پر پابندی عائد کرنے پر امریکی عدالتِ انصاف سے دادرسی طلب کی تھی۔ یہاں بھی سکول انتظامیہ نے یونیفارم کی خلاف ورزی کی بنا پر طالبہ کو خارج کردیا تھا۔امریکی عدالتِ انصاف نے برطانوی ہائی کورٹ کے برعکس یہ قرار

www.KitaboSunnat.com

دیا کہ سکولوں میں مذہبی تفریق کی اجازت نہیں ہے اور مسکو جی پبلک سکول ایسا کوئی قانون نافذ نہیں کرسکتا جس سے کسی کے ذاتی حقوق یا آزادی سلب ہوتی ہو۔

✦ فرانس میں حجاب وسکارف پر لگنے والی پابندی کے بعد یہ سلسلہ جرمنی تک دراز ہوگیا اور اپریل ۲۰۰۴ء میں شمالی جرمنی کی ۷ ریاستوں بہ شمول بدین، ویورٹمبرگ وغیرہ میں خواتین کے سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کردی گئی۔ جرمنی میں اس پابندی کا پس منظر ۱۹۹۸ء میں فرشتے لودن نامی ایک مسلم خاتون کو حجاب کی بنا پر ملازمت سے انکار کی صورت میں شروع ہوا تھا، جس پر جرمنی کی سب سے بڑی عدالت نے یہ قرار دیا کہ اگر حجاب کے ذریعے لوگوں پر غلط تاثرات قائم ہوئے تو حکومت حجاب پر پابندی عائد کرسکتی ہے۔

جرمنی میں حجاب کے خلاف تعصب شدید صورتحال اختیار کرچکا ہے، جس کے نتیجے میں ایک بدترین المیہ رونما ہوا۔ یکم جولائی ۲۰۰۹ء کو جرمنی کی ایک عدالت میں ایک مسلم مصر نژاد خاتون مروۃ شربینی اپنے خاوند عکاظ علوی کے ہمراہ داد رسی کے لئے آئی تھی۔ ایگزل نامی جرمن نوجوان نے اس کے حجاب پہننے پر نبی کریم ﷺ کے خلاف گستاخانہ جملے کسے اور کہا تھا کہ اگر میرا بس چلے تو میں تمہیں حجاب کی ایسی سزا دوں کہ ہمیشہ یاد رہے۔ عدالت نے جرم ثابت ہونے پر ایگزل کے خلاف فیصلہ دیا تو اس نے مروۃ شربینی (جو چار ماہ کی حاملہ بھی تھی) پر حملہ کردیا اور اس پر چاقو سے شدید وار کئے، اس کے پیٹ پر پولیس اور جیوری کی موجودگی میں ٹھڈے مارے جس سے یہ مسلم خاتون موقع پر ہی شہید ہوگئی۔ اس کے خاوند نے ایگزل کو روکنے کی کوشش کی تو عکاظ پر متعصب جرمن پولیس نے فائرنگ کردی۔ یہ سارا سانحہ عدالت میں ہی رونما ہوا۔ مغربی میڈیا میں اس خبر کو سامنے نہ آنے دیا گیا، مروۃ کی میت جب مصر کے شہر سکندریہ پہنچی تو مصری میڈیا نے پورے واقعے کی تحقیقات کرکے اسے شائع کیا۔ مروۃ شربینی کو حجاب کے لئے اس کی بے مثال قربانی کی بنا پر 'شہیدہ حجاب' کا لقب دیا گیا۔

✦ برطانیہ جیسی صورتحال کا سامنا گذشتہ سالوں میں ہالینڈ کو بھی رہا ہے۔ جہاں برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا کی طرح ولندیزی وزیر امیگریشن ریٹا وردنک نے ۲۰۰۶ء میں حکومت کے سامنے یہ تحریک پیش کی کہ باہمی عزت کے لئے مرد وخواتین کا ایک دوسرے کو دیکھنا انتہائی ضروری سماجی تقاضا ہے۔ وردنک کی تحریک پر ولندیزی حکومت نے برقع پر پابندی لگانے کا

www.KitaboSunnat.com

عندیہ دیا جس پر ہالینڈ میں بحث مباحثہ شروع ہوگیا۔حکومت کے مطابق ہالینڈ میں صرف ۱۰۰ خواتین برقعہ پہنتی ہیں اور ایک کڑوڑ ساٹھ لاکھ کی آبادی میں صرف ۶ فیصد مسلمان ہیں۔ اندریں حالات حکومت کا یہ رویہ قبل از وقت حفاظتی اقدام اور منصوبہ بندی کے طور پر قرار دیا جاسکتا ہے۔

فرانس میں پبلک مقامات پر سکارف پر پابندی کے بعد جرمنی اور ہالینڈ میں بھی یہ پابندی نافذ کردی گئی جبکہ امریکہ اور برطانیہ میں صورتحال آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے۔

❁ حال ہی میں فرانس میں یہ معاملہ سکول وکالج میں سکارف پر پابندی سے آگے بڑھ کر نقاب اور برقعہ کی پابندی تک بھی پہنچ گیا۔فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی ایک برس سے برقعہ کے بارے میں اپنے شدید جذبات کا اظہار کررہے ہیں اور ۲۰ جنوری ۲۰۱۰ء کو باقاعدہ فرنچ حکومت نے اس سمت پیش قدمی کا اعلان کردیا جس کے بعد سے یورپی ممالک میں ایک بار پھر یہ بحث تازہ اور بیانات کا سلسلہ جاری ہوگیا ہے۔گذشتہ ماہ اپریل ۲۰۱۰ء کے وسط میں فرنچ حکومت نے سیاسی اور عالمی صورتحال کا جائزہ لینے کے بعد بل کو حتمی شکل دے لی اور آخرکار ۱۲مئی کو فرانس کی پارلیمنٹ میں برقعہ کے خلاف قرارداد کو پیش کردیا گیا ہے۔

✦ اس سلسلے میں فرانس سے پہلے پیش قدمی کرتے ہوئے بلجیم نے ۳۰/اپریل کو ہی ایوانِ زیریں میں ایسا ہی ایک بل پیش کیا ہے جہاں کسی اختلاف کے بغیر متفقہ طور پر برقعہ پر پابندی نافذ کردی گئی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ نقاب پہننا خواتین کی توہین اور شناخت کو چھپانے کی کوشش ہے۔بل میں قرار دیا گیا ہے کہ خواتین کو اپنی شناخت چھپانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اگر پولیس کی اجازت کے بغیر ایسا کیا گیا تو 'مجرم' خاتون کو ۲۵ یورو یا ۷ یوم قید تک سزا ہوسکتی ہے۔اس سال جون میں یہ بلجیم کا ملکی قانون بن جائے گا اور بلجیم یورپی ممالک میں وہ پہلا ملک ہوگا جہاں برقع ونقاب پر پابندی عائد ہوگی۔غور طلب امر یہ ہے کہ بلجیم کے سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ۶ لاکھ مسلم آبادی میں سے صرف ۳۰ خواتین برقع یا نقاب لیتی ہیں۔اس قانون سازی پر تنقید کرتے ہوئے یورپی مسلمانوں کی تنظیم 'مسلم ایگزیکٹو آف بریٹن' نے اسے مسلم خواتین کی گھروں میں قید سے مماثلت دی ہے۔

③ فرانسیسی حکومت کی تین چار ماہ پر محیط تدابیر کے بعد آخرکار برقعہ اور نقاب پر پابندی کا

www.KitaboSunnat.com

بل فرانسیسی پارلیمنٹ میں ۱۲ مئی کو پیش کر دیا گیا، جس میں برقعہ یا نقاب اوڑھنے پر ۱۵۰ یورو کے جرمانہ کی سزا شامل ہے۔ بی بی سی نے خبر دی ہے کہ فرانس کی وزارتِ داخلہ کے مطابق فرانس میں برقعہ پوش خواتین کی تعداد ۱۹۰۰ سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود فرانس کی حکومت کی یہ حساسیت دراصل مستقبل کی پیش بندی ہے جس میں حقائق سے زیادہ مسلم کلچر کے پروان چڑھنے کا خوف غالب ہے۔ برقع پر پابندی کا یہ سلسلہ فرنچ صدر سرکوزی کی بیان بازی سے شروع ہوا، جب گذشتہ سال اُس نے یہ قرار دیا تھا کہ فرانس میں ایسے ملبوسات کی کوئی جگہ نہیں جو خواتین حقوق سلب کرتے ہیں۔ اس معاملے کو آگے بڑھاتے ہوئے فرانس کی ایک پارلیمانی کمیٹی نے ۲۰۰ صفحات پر مبنی رپورٹ دی جس میں یہ تجویز کیا گیا تھا کہ کٹر مذہبیت کا اظہار کرنے والوں کو رہائشی کارڈ اور شہریت سے محروم کر دینا ہی مسئلے کا اصل حل ہے۔

فرانس حقوقِ نسواں کا اَن تھک علم بردار ہے، لیکن مسلم خواتین پر یہ جبر اس کی حکومت کے لئے کسی فکرمندی کا باعث نہیں بنتا۔ البتہ فرنچ حکام کے لئے یہ امر باعثِ تشویش ہے کہ کوئی بھی برقعہ پوش خاتون اسے اپنے اوپر مردوں کا جبر قرار دینے کی بجائے اللہ کے احکام کا تقاضا باور کرتی ہے۔ یہ خواتین اسے اختیاری یا اخلاقی رویہ قرار دینے کی بجائے شریعتِ اسلامیہ کا براہِ راست مطالبہ سمجھتی ہیں۔ ان مسلم خواتین کا کہنا ہے کہ 'یورپی کونسل برائے ہیومن رائٹس' کے قوانین بھی ان کو مذہبی تقاضوں کے مطابق ہر لباس پہننے کی آزادی فراہم کرتے ہیں۔

فرانس میں اس قانون سازی سے قبل سرکاری گرفت کا خوف پیدا کرنے اور مسلمانوں کا ردعمل جاننے کے لئے ۲۴/اپریل کو ایک برقعہ پوش خاتون کو ٹریفک پولیس نے پکڑ لیا اور اُنہیں روڈ سیفٹی کے نام پر ۲۲ یورو جرمانہ کیا گیا۔ یاد رہے کہ اس وقت تک فرانس میں چہرہ ڈھانپنے کی ممانعت پر کوئی قانون بھی موجود نہیں تھا۔

فرانس میں اس حوالے سے سماجی تناؤ اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ ۱۹ مئی ۲۰۱۰ء کو فرانس میں خواتین ملبوسات کی ایک دکان میں باحجاب مسلم خاتون سے ایک فرانسیسی خاتون وکیل کھلم کھلا اُلجھ پڑی۔ مسلم خاتون کے شوہر کی موجودگی کے باوجود فرانسیسی خاتون وکیل نے عورت کے چہرے سے نقاب کھینچ ڈالا اور اسے 'جہنم کی سفیر' کا نام دیتے ہوئے کئی فحش گالیاں بکیں۔ عوام کی دخل اندازی سے مسلمان عورت کو چھڑایا گیا اور معاملہ پولیس نے اپنے کنٹرول میں

www.KitaboSunnat.com

لے لیا۔اس سے فرانس میں اس بارے شدید تناؤ کی کیفیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

واضح رہے کہ برقعہ پر پابندی کے بل کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے پر فرانس کی آئینی عدالت نے اسے غیر قانونی قرار دے کر اس پر نظر ثانی کی تلقین کی۔ عدالت نے کہا ہے کہ 'یورپی کورٹ آف ہیومن رائٹس' کے چارٹر میں لوگوں کو مرضی کا لباس پہننے کا حق دیا گیا ہے۔ ۲۰۰۳ء میں فرانس کی یہ آئینی عدالت بھی اسی طرح حکومت کو متنبہ کرچکی ہے،لیکن آخر کار اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اس عدالت کا رویہ دوہرا ہے، ایک طرف سٹیٹ کونسل نے پیش کردہ قرار داد کو جس کے حق میں ایوان میں ۴۳۴ ووٹ پڑے ہیں، غیر آئینی قرار دینے کا اِمکان ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسا اقدام فرنچ آئین اور 'انسانی حقوق کے یورپی کنونشن' کے مخالف ہوسکتا ہے تو دوسری طرف پبلک مقامات پر نقاب کو سیکورٹی وجوہات اور دھوکہ دہی کے خاتمے کے لئے درست قرار دیے جانے کا بھی امکان پیش کیا ہے۔

✧ فرانس میں جاری نقاب پر اس بحث مباحثہ نے برطانیہ میں اس موضوع کو ماضی کی طرح دوبارہ تازہ کردیا ہے۔فروری ۲۰۱۰ء میں برطانیہ میں کئے جانے والے ایک سروے میں قرار دیا گیا کہ ایک تہائی برطانوی نقاب پر پابندی عائد کروانا چاہتے ہیں۔ یوکے انڈیپنڈنٹ پارٹی نے اس پابندی کی کھلم کھلا حمایت کی اور ملک گیر تحریک چلانے کا اعلان کیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ برقعہ اور حجاب آزادی اور جمہوریت کے مخالف ہیں اور ہمارے کلچر میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے بالمقابل مسلم خواتین کا کہنا ہے کہ اگر یورپی عورتیں برہنہ اور عریاں ہونے کو بے تاب ہوتی ہیں تو اس وقت کوئی قانون ان کی راہ میں حائل نہیں ہوتا اور ہم اس پر اعتراض نہیں کرتیں تو پھر اپنی توقیر، وقار اور لوگوں کی ہوسناک نظروں سے بچنے کے لئے ہمارا حجاب و نقاب استعمال کرنے کا حق کیوں چھینا جارہا ہے؟ برطانیہ میں نقاب کے بارے میں شدت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ گذشتہ ماہ لیسٹر میں ریحانہ سدات نامی ایک راہ چلتی مسلم خاتون کا نقاب ایک برطانوی نوجوان نے نوچ لیا جس پر عدالت نے نوجوان کو ہزار پاؤنڈ جرمانہ عائد کیا۔

✧ حجاب کے خلاف اس دیوانہ وار مہم میں یورپ کے ساتھ کھیلوں کے عالمی ادارے بھی شریک ہیں۔ چنانچہ ایران کی خواتین فٹ بال ٹیم (جو سر ڈھانپ کر کھیل میں شریک ہوتی ہے)

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف انٹرنیشنل اولمپک کمیٹی اور فیفا انٹرنیشنل نے اپریل ۲۰۱۰ء میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ سرڈھانپنے والی خواتین پر مشتمل ٹیم کو کسی ایونٹ میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔اس پر ایران نے او آئی سی اور مسلم ممالک کے پاس اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا ہے کہ وہ کھیلوں کی ان عالمی تنظیموں کے خلاف اپنا دباؤ ڈالیں تاکہ وہ اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور ہوں۔

جوابی ردّعمل

یورپی ممالک برقع اور حجاب کے مقبول ہونے کے شدید خوف میں مبتلا ہیں جبکہ مسلم خواتین کے اس مطالبہ کو مغربی خواتین بھی ان کا جائز حق قرار دیتی ہیں اور کینیڈا میں کچھ عرصہ سے ۲۶/اکتوبر کو عالمی حجاب ڈے کے طور پر منایا جارہا ہے جس میں غیر مسلم خواتین بھی اظہارِ یک جہتی کے طور پر ان کے ساتھ شریک ہوتی ہیں۔اس دن خصوصی طور پر متحرک ہونے والوں میں میک ماسٹر یونیورسٹی کے فرانسیسی شعبہ کی پروفیسر میریل واکر بھی ہیں جو عیسائی ہونے کے باوجود حجاب کو مسلم خواتین کا حق سمجھتی اور اس کے لئے جدوجہد کو ضروری قرار دیتی ہیں۔

فرانس میں ۲۰۰۳ء کو لگنے والی پابندی کے بعد ۲۰۰۴ء میں امریکہ میں خواتین کی ایک تنظیم نے 'فریڈم اِن حجاب' کے نام سے مسلمان خواتین کے حق میں مہم چلائی۔

اسی طرح جنوری ۲۰۰۴ء میں علامہ یوسف القرضاوی کی زیرقیادت حجاب مخالف رجحانات کے دفاع کے لئے لندن میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔یہ کانفرنس 'اسمبلی فار دی پروٹیکشن آف حجاب' کے زیراہتمام منعقد کی گئی، جس نے ۴ستمبر کو 'عالمی یومِ حجاب' قرار دے کر، مسلم خواتین کو اس پر منظّم کرنے کی منصوبہ بندی کی۔

فرانس میں اس پابندی کا سامنا کرنے والی مسلم خواتین کا کہنا ہے کہ فرانسیسی حکومت کی یہ سیاسی حکمتِ عملی ہے اور مسلمانوں کو دباؤ میں رکھنے پر سارے فرانسیسی ہمیشہ متحد ہوتے ہیں، ان میں رواداری کے تمامتر دعووں کے باوجود مذہبی تعصب پوری شدت سے پایا جاتا ہے۔فرانس کے اصل باشندے اپنے بارے میں خود پسندی کا شکار ہیں اور اپنے سے مخالف تہذیب کو برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔فرانس میں ہی پیدا ہونے والی ایک مسلم خاتون کرسٹل وش کا کہنا ہے کہ میں اس پر بالکل حیران نہیں کیونکہ ایسا کرنا فرانسیسی ذہنیت کا حصہ ہے، البتہ دکھی ضرور ہوں کہ وہ کیا اس حد تک بھی جاسکتے ہیں؟!ان کا کہنا ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

''میں ابلاغیات کی طالبہ رہی ہوں اور میرے حجاب ونقاب نے کسی مقام پر میرے لئے کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کی۔ ہمارا معاشرتی رابطہ بھی مستحکم ہے اور یہ بات درست نہیں کہ رابطے کے لئے چہرہ کو کھلا رکھنا ضروری ہے۔ بعض مسلمان عورتیں اپنا سر اور منہ ننگا رکھتی ہیں، یہ ان کا ذاتی فعل ہے اور مجھے افسوس ہے کہ ہم تمام مسلمان دین پر عمل کرنے میں ایک جیسے کیوں نہیں۔ تاہم یہ کہنا کہ ہمارے دین اسلام میں اس کی گنجائش موجود ہے، یہ دعویٰ کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ ہمارے نبی کی ازواجِ مطہراتؓ اپنے آپ پر پورا ایسا ہی لباس پہنتی تھیں اور خود کو پوری طرح ڈھانپ کر رکھتی تھیں۔

اُنہوں نے مزید کہا کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریمؑ بھی پردہ کرتی تھیں اور میں نے ایسی کوئی تصویر نہیں دیکھی جس میں وہ نقاب سے نہ ہوں۔ اگر فرانس میں یہ قانون پاس ہوگیا کہ نقاب کرنا منع ہے تو میں اس پر کیسے عمل کروں گی؟ میں ۱۲ سال سے پردہ کررہی ہوں اور یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ فرانسیسی جو عورتوں کے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں، مسلم خاتون کے ساتھ یہ جبر روا رکھیں گے۔ ہر عورت کو اپنی پسند اور مذہب کے مطابق لباس پہننے کی آزادی حاصل ہے اور میں نے بے نقاب نہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر مجھے بے نقاب ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے تو یہ آزادی تو نہ ہوئی۔ اگر ہمیں جرمانے ادا کرنے کو کہا جاتا ہے تو ہم جرمانے نہیں دیں گے، کیونکہ کسی کو اپنی پسند کا لباس پہننے سے روکنا یورپی قانون کے سراسر خلاف ہے۔ خدا جانے یہ سلسلہ کہاں جا کر تھمے گا، کیونکہ ہم نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جو غلط ہو۔'' (بی بی سی: ۲۳ جنوری ۲۰۱۰ء)

حجاب پر فرانس کی اس پابندی کو لادین حلقے بھی ناگوار سمجھتے ہیں۔ بی بی سی جو اپنے لبرل اور متعصب تبصروں کی بنا پر مشہور ہے، کے ہندو تبصرہ نگار انور سن رائے نے ۲۷ جنوری ۲۰۱۰ء کو اسے 'فرانس کی لبرل جارحیت' سے تعبیر کیا۔ بی بی سی کا تبصرہ نگار طالبان کے خلاف اپنے تعصب کے اظہار کے ساتھ اس صورتحال پر یوں رائے زنی کرتا ہے:

''ایران اور افغانستان میں جو کچھ اسلام کے نام پر ہوا، وہ فرانس میں ثقافت کے نام پر کیا جارہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نقاب اُتروانے کے لئے ریاستی طاقت کا استعمال کرنے والوں کو برقعہ، چادر اور حجاب پہنانے کے لئے طاقت استعمال کرنے والوں سے الگ کیسے کیا جائے۔ وہ اگر اسلامی شدت پسند ہیں تو یہ لبرل شدت پسند۔ اگر ہم اس پر کچھ نہیں کرسکتے تو کم از کم فرانس کے زوال اور انفرادی آزادی کی موت پر گریہ تو کر ہی سکتے ہیں!!''

www.KitaboSunnat.com

ایسا ہی تبصرہ عاصمہ جہانگیر کے 'ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان' کی عہدیدار حنا جیلانی نے بھی کیا اور حجاب پر پابندی کو ناروا اور خواتین کی آزادی کے مخالف قرار دیا۔

مسلم ممالک کی صورتحال

افسوسناک بات یہ ہے کہ ایک طرف مغربی ممالک کو اسلامی شعائر سے شدید خوف کا سامنا ہے اور وہ اسے اپنی لبرل معاشرت کے لئے خطرہ تصور کرتے ہیں تو ان مغربی ممالک کی تقلید میں چلنے والے مسلم حکمران بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں۔

✧ ۲۰۰۳ء میں فرانس میں منظور ہونے والے اس قانون سے تقویت پکڑتے ہوئے ترکی میں بھی حجاب پر پابندی کی توثیق کی گئی جب کہ سیکولر ملک ہونے کے ناطے ترکی میں پہلے سے ہی یونیورسٹیوں اور سرکاری عمارتوں میں حجاب سکارف لینے پر پابندی عائد ہے۔ ۱۹۹۸ء میں استنبول یونیورسٹی کی طالبہ لیلیٰ ساہن نے انسانی حقوق کی یورپی عدالت میں اپنا مقدمہ دائر کیا تھا کہ حجاب پر پابندی کے بعد کالج میں داخل نہ ہونے سے اس کا حق تعلیم متاثر ہوتا ہے او روہ امتیاز کا نشانہ بنتی ہے، لیکن یورپی عدالت نے فرانس میں قانون آجانے کے بعد ۱۰ر نومبر ۲۰۰۵ء کو اپنی رولنگ میں یہ قرار دیا کہ سکارف پر استنبول یونیورسٹی کا رویہ بجا ہے، کیونکہ سکارف کی اجازت کسی ایک مذہب کو ترجیح دینے کی بات ہے، اور اس پر پابندی لگانا امن کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

یاد رہے کہ ترکی میں حجاب پر پابندی اس وقت سے نافذ ہے جب سے یہاں مصطفیٰ کمال اتاترک نے سیکولر دستور نافذ کیا تھا، اس سیکولرازم کی ترک فوج اور عدلیہ ہمیشہ سے نگران اور محافظ رہی ہے۔ ۲۰۰۸ء میں طیب اردگان اور عبداللہ گل کی حکومت میں سکارف کو پبلک مقامات پر جائز قرار دلوانے کی کوشش کی گئی اور موجودہ ترک صدر عبداللہ گل کی اہلیہ پارلیمنٹ کی تقریب میں حجاب پہن کر شریک ہوئیں تو اس پر ترکی میں اس فعل پر شدید مباحثہ شروع ہوگیا جس پر عبداللہ گل کو نااہلی کا خدشہ لاحق ہوا تاہم سیکولر عدلیہ نے اس صورتحال پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ فکرمندی کا لمحہ یہ ہے کہ غیر مسلم ممالک مثلاً فرانس وغیرہ کی عدلیہ حجاب پر پابندی کو ناپسندیدہ قرار دیتی ہے، جبکہ مسلم ممالک کی عدلیہ حجاب کی اجازت کو ناگوار خیال کرتی ہے!!

✧ ایسی ہی صورتحال کا مسلم خواتین کو تیونس میں بھی سامنا ہے۔ ۱۹۸۱ء میں تیونس میں یہ قانون پاس کیا گیا تھا کہ عوامی مقامات سکولوں اور سرکاری دفاتر میں حجاب پہننے کی ممانعت

www.KitaboSunnat.com

ہوگی، ایسی خواتین سرکاری ملازمت اور سرکاری علاج کی سہولت حاصل نہ کرسکیں گی۔فرانس کے ۲۰۰۳ء کے فیصلے کے بعد تیونسی حکمرانوں نے اس پابندی کو زور وشور سے نافذ کرنے کی مہم شروع کردی اور ۲۰۰۶ء میں پبلک مقامات پر سکارف پہننے والی مسلم خواتین کو دھرلیا جاتا، اور آئندہ اس جرم کو نہ کرنے کا تحریری حلف لے کر ہی ان کو جانے کی اجازت دی جاتی۔ تیونسی صدر زین العابدین کا اِلزام ہے کہ حجاب سنی مسلمانوں کے ایک مخصوص فرقے کا لباس ہے جو تیونس میں باہر سے آیا ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اسلامی جماعتیں حجاب وسکارف کو اپنے ایجنڈے کو فروغ دینے کے لئے استعمال کرتی ہیں۔

ان مسلم ممالک میں حجاب پر پابندی سے یورپی حکومتیں اپنے لئے تائید حاصل کرتی ہیں۔ جو مسلم عورتیں اسلامی تقاضوں کے عین برعکس حجاب نہیں پہنتیں، ان کو بے جا اُبھارا جاتا ہے۔ چنانچہ ستمبر ۲۰۰۳ء میں فرانس میں پابندی عائد کرنے سے ۴ روز قبل فرانس کے صدر نے تیونس کا پانچ روزہ دورہ کیا اور فرانسیسی اخبارات میں 'بے حجاب تیونس' کے نام سے مکمل صفحات مختص کرکے اُنہیں بڑے پیمانے پر فرانس میں مفت تقسیم کیا گیا۔افسوس کہ مسلمانوں کا اپنا کردار اسلام کے لئے شرمناک بن چکا ہے۔

✧ بنگلہ دیش میں بھی کچھ عرصہ قبل عدالتِ عظمیٰ اپنے فیصلے میں نقاب پر پابندی کی تلقین کر چکی ہے۔اس فیصلے کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے پاکستان میں جسٹس ناصرہ جاوید اقبال نے، جو شاعرِ مشرق علامہ اقبال کی بہو ہیں، مارچ ۲۰۱۰ء میں یہ ارشاد فرمایا' ہے کہ پاکستان میں بھی برقعہ پر پابندی ہونی چاہئے۔ یوں تو اُنہوں نے اسے مشرقِ وسطیٰ سے درآمد کا طعنہ دیا ہے، لیکن یورپ میں نقاب پر جاری بحث مباحثہ کے تناظر میں ان کے بیان کی معنویت بالکل واضح ہے۔ان کی اس ہرزہ سرائی پر اخبارات میں کافی بیانات شائع ہوچکے ہیں۔ ازبکستان میں بھی نقاب پہننے والی خواتین اور داڑھی والے مسلمان مردوں کو انتہاپسند قرار دے کر گرفتار کرلیا جاتا ہے۔خلیجی ملک کویت میں بھی ۲۰۰۵ء سے نقاب پہن کر ڈرائیونگ پر پابندی عائد ہے جبکہ کویت یونیورسٹی کے میڈیکل کالج میں خواتین کیلئے سر ڈھانپنا بھی قانوناً ممنوع ہے۔

تجزیہ و تبصرہ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ایسا رویہ کیوں اختیار کیا

www.KitaboSunnat.com

جارہا ہے؟اس کے پیچھے درحقیقت کیا عوامل کارفرما ہیں اور اس سے مستقبل میں اسلام اور یورپ کے مابین تعلقات پر کیا اثر پڑے گا.....

① اہل مغرب کے اس رویے کے پس پردہ دراصل اسلام کا خوف پوشیدہ ہے، جو حقائق سے بڑھ کر وہاں کے متعصب میڈیا کا پھیلایا ہوا ہے۔اس ابلاغی پروپیگنڈہ کی قیادت یہودی کررہے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے خلاف مغرب کو جمع ومتحد کیا جائے۔امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کی جنگ میں اپنے اور یورپی عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لئے میڈیا میں اسلام کے خلاف ابلاغی جنگ شروع کی ہوتی ہے جس میں مسلمانوں کو تہذیب وتمدن سے نابلد اور اُجڈ وگنوار بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔

نائن الیون کے بعد کے سالوں میں تدریجاً یورپی اقوام میں اسلام کے بارے میں پائی جانے والی یہ حساسیت مغربی میڈیا کا اپنا کیا دھرا ہے۔حیرانگی کی بات ہے کہ سوئٹزرلینڈ میں ۴۰ ہزار مسلمانوں کے لئے میناروں والی محض تین مساجد، بلجیم میں ۶ لاکھ میں سے یک صدنقاب لینے والی خواتین، فرانس کے ۶۰ لاکھ مسلمانوں میں سے صرف ۲ ہزار منہ ڈھانپنے والی مسلمان عورتیں؛ کوئی ایسی تعداد نہیں جس پر خوف کا شکار ہوا جائے اور اس کے لئے منظّم پیش قدمی اور ٹھوس قانون سازی شروع کردی جائے۔

اس خوف کو اس وقت مزید ہوا دی گئی جب امریکہ جیسی نام نہاد سپر پاور کو عراق وافغانستان میں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ظالمانہ جارحیت اور ہلاکت وبربریت کے بدترین مظاہرے کے بعد مسلمانوں کا امریکی افواج کو قدم نہ جمانے دینا ان کو شدید خوف میں مبتلا کرنے کے لئے کافی تھا۔اس سلسلے میں بعض امریکی دانشوروں نے اسلامی دہشت گردی کا ہوا کھڑا کرنے میں خاص کردار ادا کیا ہے۔مشرقِ وسطیٰ کے اُمور کا متعصب یہودی ماہر برنارڈ لیوس، جو بش کا بینہ کا مشیر بھی رہا ہے، اس نے عراق جنگ میں امریکہ کی ناکامی کے بعد اہل یورپ کو ملامت کرتے ہوئے کہا کہ ''وہ اسلام کے ہاتھوں تحقیر کا ذریعہ بن چکے ہیں، جمہوری حقائق کے نام پر اہل یورپ کثیر تہذیبی دوڑ میں پھنس چکے ہیں۔'' اس نے الزام لگایا کہ اس صورتحال میں اہل مغرب وفاداریاں کھو رہے ہیں اور اعتماد کی کمی کے باعث اپنی تہذیب سے برگشتہ ہورہے ہیں۔

توہین آمیز خاکوں کے مکروہ منصوبے کے خالق مشہور امریکی یہودی ڈینیل پائپس نے بھی

www.KitaboSunnat.com

اس خوف کو پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس نے اہل مغرب کو خبردار کرتے ہوئے اپنے مضمون کو عنوان دیا ہے: ''خبردار مسلمان آرہے ہیں!'' اس نے اہل یورپ میں تعصب پیدا کرتے ہوئے اُنہیں راہ سجھائی کہ ''یورپ کا معاشرہ وسیع پیمانے پر ایشیائی لوگوں کی ہجرت کے لئے تیار نہیں ہے، ان تارکین وطن میں مسلمان سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔''

جارج ٹاؤن یونیورسٹی، واشنگٹن کا اُستاد جان ایل اسپوزیٹو لکھتا ہے کہ

''جدید دور کے پیشین گوئی کرنے والے ماہر نجوم کہہ رہے ہیں کہ کچھ ہی دہائیوں میں پورے یورپ پر اسلام کی حکومت ہوگی، اور اس صدی کے آخر تک یورپ سے یُورَیْبِیا (یورپ اور عرب کی مشترکہ حکومت کا نام) کی حکومت قائم ہوچکی ہوگی۔ میڈیا، سیاسی مبصرین اور رہنماؤں نے خبردار کیا ہے کہ امریکہ اور یورپ کو اسلامی دہشت گردی بآسانی ہدف بنا سکتی ہے۔ یہ ایک ظاہر وباہر حقیقت ہے کہ مسلمان مخلوط یورپی قوم کا حصہ ہیں، اسلام اب یورپ کا مذہب ہے۔ حقیقت میں اسلام اب بعض یورپی ممالک کا دوسرا سب سے بڑا مذہب ہے جس کے ماننے والے اب اوّل اور ثانوی درجے کی یورپی شہریتیں بھی حاصل کرچکے ہیں۔''

مغربی اِداروں کے پیش کردہ اَعداد وشمار کے مطابق اسلام اس وقت مغرب کا دوسرا بڑا مذہب بن چکا ہے اور ۲۰۵۰ء میں اس کے پہلے بڑے مغربی مذہب ہونے کی پیش گوئی کی جارہی ہے۔ ان حالات میں اہل یورپ کا خوف اور ان کے مظالم اُنہیں اسلام کے خلاف سنگین جارحیت پر آمادہ کرتے ہیں۔ یورپ کے مختلف ممالک کی سیاسی تنظیمیں مثلاً ڈنمارک پیپلز پارٹی، آسٹرین فریڈم پارٹی، ہنگارین جابک پارٹی، برطانوی نیشنل پارٹی، گریٹ وائل کی فریڈم پارٹی نے یورپ میں مختلف انتخابات کے دوران مسلمانوں کی مذہبی رسومات اور اسلامی شعائر کے خلاف پابندی کی کھلے عام تحریک چلائی ہے۔ حتی کہ ہالینڈ میں وائلڈر کی اینٹی فریڈم مسلم پارٹی نے تو یہاں تک دباؤ ڈالا ہے کہ

''مسلمانوں کی یورپ سے بے دخلی بے حد ضروری ہے، اور ہالینڈ سمیت یورپ کے لوگوں کو اسلام کے بڑھتے اثر ورسوخ کے خلاف اپنے ووٹ کی قوت کو استعمال کرنا چاہئے۔''

اسلامی قوت کے ان دعوؤں کا مقصد یہ ہے کہ مغرب میں اسلام کے خطرے کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے اور اس چشمہ صافی کو منہ زور دھارا بننے سے قبل ہی بند کردیا جائے۔ یورپی حکومتوں کے حالیہ انسدادی اور قانونی اقدامات اسی رویے کا مظہر ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

الغرض مغرب کی اسلامی شعائر کے خلاف مہم کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو آغاز میں ہی دبانے کے لئے اس کا خودساختہ خوف پیدا کرکے یورپی عوام کو اس کے مقابل مجتمع کیا جائے، اسطرح سوویت یونین کے خاتمے کے بعد مغربی دنیا کو اسلام کے مقابلے میں متحد کیا جارہا ہے۔

② اہل یورپ کے اسلام کے خلاف جارحانہ اقدامات کی وجہ ان کی خود پسندی بھی ہے۔ یورپ میں ایسی سیاسی پارٹیاں بھی موجود ہیں جن کا ایجنڈا مسلمانوں کو یورپ سے نکال باہر کرنا ہے۔ یہ لوگ اسلام سمیت دیگر تمام نظریات کے بارے میں شدید تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ فرانس کے وزیر تعلیم کلوڈا لاجر کا کہنا ہے کہ ''سیکولرزم ہمارا اِعزاز وافتخار ہے، اسلام کے ماننے والوں کو اسے اختیار کرنا ہی ہوگا۔ ایسے کبھی نہیں ہوگا کہ اسلام کے لئے سیکولرزم کو تبدیل کردیا جائے، بلکہ اسلام کو ہی بدلنا ہوگا۔'' جب فرانس میں ایک عورت مسلمان خاتون کا سرعام نقاب کھینچ کر اسے جہنم کا سفیر قرار دیتی ہے، تو یہ اس کے شدید متعصب اور خود پسند ہونے کا نتیجہ ہے!!

فرانس کا سابق صدر شیراک کہتا ہے کہ ''مکمل سیکولر حکومت طالبات کو یہ اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ کھلم کھلا اپنے ہدایت یافتہ ہونے کا اعلان کرتی پھریں، حجاب میں جارحیت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔'' یورپی مفکرین کو اس امر کا شدید احساس ہے کہ مسلمان ان کی ثقافت کو کھلم کھلا قبول نہیں کرتے اور اپنے دین سے تعلق منقطع نہیں کرتے۔ ان حالات میں مسلمانوں کو متعصب اور گنوار ثابت کرنے کے لئے بعض یورپی جماعتیں مسلمانوں کے خلاف منظّم جارحیت کا منصوبہ تشکیل دیتی ہیں اور اس جارحیت کے جواب میں مسلمانوں کے جوابی ردّعمل کو میڈیا کے بل بوتے پر بڑے پیمانے پر پھیلایا جاتا ہے۔ یورپی عوام اصل جارح کو بھول کر جوابی مزاحمت کرنے والوں کو متشدد اور انتہا پسند قرار دے دیتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر واقعے کی توجیہ اور اس کے ردّعمل کو رپورٹ کرنے والا مغربی میڈیا ہے جو اس سے مطلب کی بات کشید کرکے مخصوص ذہنیت پروان چڑھاتا ہے جبکہ مسلم اُمہ کے مصائب ومشکلات اور موقف کی ترجمانی کرنے والا میڈیا سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظلم ہو یا اس کا دفاع، ہر دو صورت میں مسلمان ہی ظالم ٹھہرتا ہے، کیونکہ اس واقعہ کی تعبیر یا زبان غیر مسلم کے پاس ہے۔ دو برس قبل سویڈن میں نبی کریم ﷺ کے تصویری خاکوں کے پس پردہ ایک

www.KitaboSunnat.com

سیاسی پارٹی کا یہی مذموم مقصد کارفرما تھا کہ اس ردّعمل سے مسلمانوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کی جائے۔ حال ہی میں ایک سویڈش سیاسی رہنما کے انکشاف کے بعد اس معاملے کی سویڈن میں تحقیقات کی جارہی ہیں۔

③ یورپ کے حجاب ونقاب پر پابندی اور اسلامی شعائر کی تضحیک کے تناظر میں ایک اور حقیقت بھی نمایاں ہوکر سامنے آتی ہے۔ یورپ میں مسلم تارکین وطن کے حالات پر نظر رکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ دیگر مذاہب واقوام کے بالمقابل مسلمان اپنے مذہبی رویوں میں زیادہ حساس اور محتاط ہیں۔ مسلم تارکین وطن عام یورپی معاشرہ میں گھلنے ملنے کی بجائے ہر مقام پر باہمی روابط کو فروغ دیتے اور اپنے مذہب وکلچر کو پروان چڑھاتے ہیں۔ دنیوی مفادات کے حصول کے لئے اُنہوں نے یورپ کا تو ضرور رخ کیا ہے، لیکن اپنے مذہب کے معاملے میں ان کی حساسیت بعض صورتوں میں مزید بڑھ جاتی ہے۔ یہاں رہنے والے مسلمان دین سے دوری کے خلجان میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اس بنا پر اہل یورپ کو انہیں اپنے کلچر میں جذب کرنے میں شدید مشکل کا سامنا ہے۔ مسلمانوں کا اپنے تشخص پر اصرار اور معاشرتی کشمکش، اسلام کے خلاف اہل یورپ کو جارحیت کی راہ دکھاتی ہے۔ آئرلینڈ کی ایک محققہ سائیو بھان مکفی اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں پیش کرتی ہے کہ

''تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ موقف ہے کہ عقیدہ ان کی شناخت کی روح ہے، مسلمانوں کا یہ موقف اُنہیں دیگر یورپی تارکین وطن سے بہت حد تک جدا کردیتا ہے..... اکثر مسلمان اقلیتیں اپنے آپ کو دائمی غیر ملکی تصور کرتی ہیں جو معاشرے کے خاص دائرے یا یورپی معاشرے سے الگ تھلگ زندگیاں گزارنے پر مجبور ہیں۔ تمام مسلمانوں کے مابین ایک ایسا رشتہ پایا جاتا ہے جو قومیت یا نسل کی بجائے مذہب کی بنا پر استوار ہوتا ہے اور یہ ایک قوی ترین تعلق ہے۔ ایک مسلمان کی لازمی شناخت اس کا مذہب ہوتا ہے کیونکہ انجام کار ان کے ہاں کوئی بھی چیز اس جیسی اہمیت نہیں رکھتی۔ ان کی علاقائی ثقافتوں کے تنوع کے باوجود ایمان کی روح اور اسلامی تقاضے اُنہیں ہر مقام پر یکجا کردیتے ہیں۔ دار الحرب (کافرانہ حکومتوں) میں رہتے ہوئے بھی مسلمان اپنے ساتھیوں کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں اور تمام سرحدوں سے بالاتر ہوکر اپنے مذہبی تعلق کو برقرار رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس رویے کی وجہ ان کے نبی کریم ﷺ کا مشہور فرمان ہے کہ ''مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، اگر جسم کا کوئی ایک حصہ بیماری سے متاثر ہوتا ہے تو اس کی بنا پر سارا جسم تکلیف اور بے خوابی کا شکار ہوجاتا ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا یورپی اقوام سے الگ تھلگ رہنا اور نظریے کی بنا پر اپنے آپ کو دیگر انسانوں کے مقابل ایک ملت تصور کرنا اہل یورپ کے ہاں سنگین مسائل ہیں۔ یہ دونوں رویے دراصل ایک دوسرے کا لازمہ ہی ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دیگر مذاہب واقوام کے برعکس اسلام ایک عالمی مذہب ہے جو اقطاعِ عالم کے تمام انسانوں کو مخصوص اعتقادات اور تہذیبی رویوں سے جوڑ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے ملک مختلف اَقوام ہوتے ہوئے بھی اسلام کے خلاف مجتمع ہیں کہ ہر یورپی قوم کو ایک جیسے نظریے سے سابقہ پیش آرہا ہے۔ یہ اسلام کے عالمی پیغام اور اللہ کے خالص دین ہونے کی قوی دلیل ہے اور مسلمانوں کے لئے اپنے دین پر افتخار کی ایک مایہ ناز خصوصیت بھی ہے جس کا مسلمانوں کو اِدراک ہونا چاہئے۔ اسلام کو یہ خصوصیت قرآنِ کریم اور سنتِ نبویہ کی حفاظت اور علومِ اسلامی کے تحفظ وترقی نے عطا کی ہے۔

علوم اسلامیہ کی اس غیر معمولی حفاظت نے دنیا بھر میں یکساں مظاہر پر مبنی ایک عالمی تہذیب تخلیق کی ہے جس سے ملتِ کفر لرزہ براندام ہوکر اس کے مقابلے میں متحد ومجتمع ہوجاتی ہے۔ اسلام کی نظریاتی قوت اور فکری تاثیر اس کے مخالفین میں کمزوری کا احساس پیدا کرتی ہے جس کا جواب اہل مغرب قانونی وسماجی جارحیت سے دیتے ہیں۔

④ جدید دور کے انسان اور مغربی تہذیب نے لاکھ کوششیں کر دیکھی ہیں کہ انسانوں کو مذہب سے بالاتر کرکے، ہیومن رائٹس کے چند مجرد تصورات پر مشتمل ایک 'مذہب' پر اُنہیں جمع کرلیا جائے۔ اُنہوں نے سیکولرزم اور لادینیت جیسے ڈھونگ رچا کر دیکھ لیے ہیں، لیکن یورپ میں جاری حالیہ تہذیبی کشمکش اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ ملحد انسانوں کا یہ ڈھونگ اسلام کی نظریاتی قوت کے آگے سرنگوں ہوکر رہے گا۔ اسلام کے ماننے والے جس قدر بھی اسلام کو پس پشت ڈال لیں، وہ مغربی تہذیب میں کبھی جذب نہیں ہوسکتے اور مغرب کے اربابِ فکر ودانش لاکھ مفاہمت کے دعوے کریں، اسلام کے خلاف اپنی تنگ نظری سے باہر نہیں آسکتے۔ یہ اسلاموفوبیا ہو یا اسلام کی حقیقی قوت سے خطرہ، عالم کفر اسلام کی معمولی علامت کو بھی گوارا نہیں کرسکتا۔ کپڑے کے مختصر ٹکڑے سے مغربی سیکولرزم کس قدر خطرے کا شکار ہے!!

مغرب کے رواداری اور مفاہمت کے نعرے اپنے عروج پر پہنچ کر واپسی کی طرف پلٹ رہے ہیں۔ ان کے سیکولر نظام اور مذاہب کو کنٹرول کرلینے کے دعوے اپنی کھوکھلی حقیقت

www.KitaboSunnat.com

آشکارا کررہے ہیں۔ اہل مغرب کو اپنی خود ساختہ وسعت نظری کو تنگ نظری اور روشن خیالی کو بنیاد پرستی میں بدلنا پڑ رہا ہے۔ اللہ نے انسان کو چلنے کا جو متوازن نظام دیا ہے، اس سے آگے بڑھ کر انسان اپنے خود ساختہ نظام کامیاب نہیں کرسکتا۔

یہ بات پوری طرح واضح ہوچکی ہے کہ اسلام کو تشدد و جارحیت کا طعنہ دینے والے دراصل خود سب سے بڑے انتہا پسند اور شدت پسند ہیں۔ گذشتہ دس برسوں میں یورپ اور امریکہ نے لگاتار اس پر کئی واقعاتی دلائل مہیا کردیے ہیں: نبی اسلام محمد مصطفیٰ ﷺ، کتابِ اسلام یعنی قرآنِ مجید اور مرکزِ اسلام یعنی مساجد اور اسلامی شعائر نقاب وحجاب اور مسلم ہستی کو الزامات کا نشانۂ امتیاز بنانے جیسے اقدامات کے ذریعے اہل مغرب نے اپنی عدمِ رواداری کے اَن گنت ثبوت فراہم کردیے ہیں۔ جبکہ مغرب کا انتہا پسند میڈیا اسلام اور اس کے ماننے والوں کو ہزار الزامات سے متہم کرے اور اُنہیں عدم رواداری کا طعنہ دے کر دہشت گرد قرار دیتا ہوا نہ تھکے، لیکن گذشتہ ۱۰ برسوں کی تاریخ شاہدِ عدل ہے کہ مسلمانوں نے کسی نبی تو کجا، کسی مقدس ومحترم مذہبی شعار کی پامالی کی جسارت بھی نہیں کی۔

حجاب ونقاب اور اسلامی شعائر کے خلاف ہر آن بڑھتی جارحیت میں اہل عبرت کے لئے بہت سی نشانیاں موجود ہیں جس کے حل کیلئے مربوط حکمتِ عملی ضروری ہے، لیکن ایسے جارحانہ اقدامات سے اہل مغرب کی خود ساختہ رواداری کا بھرم بیچ چوراہے میں پھوٹ چکا ہے اور ان کا اسلام سے شدید خوف ہر ایک کو نظر آرہا ہے۔ یورپ کا قومی ریاستوں کا تصور آخر کار غلط ثابت ہورہا ہے جس میں بسنے والوں کو مکمل مذہبی آزادی میسر ہو اور اسلام کی حقانیت یہ ثابت کررہی ہے کہ زمین ووطن کے بجائے ایک نظریات کے ماننے والوں پر ہی حقیقی قوم استوار ہوتی ہے۔

یورپ کے مسلمان دنیوی مفادات کے لئے، یورپی قوانین پر بھروسہ کرتے اور اُنہیں اپنی مذہبی آزادی کا ضامن خیال کرتے ہوئے یورپ میں سکونت بے شک اختیار کریں، لیکن اُنہیں بخوبی جان لینا چاہئے کہ اسلام اور اہل یورپ کا تعصب دریا کے دو ایسے کنارے ہیں جو کبھی نہیں مل سکتے۔ دونوں ملتیں کبھی ایک دوسرے میں جذب نہیں ہوسکتیں۔ دونوں کے مابین عقیدے اور نظریے کا جو بعد ہے، اس کا اظہار ہوکر رہنا ہے؛ چاہے اس میں کتنی ہی تاخیر ہی کیوں نہ ہوجائے!! (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

کتاب وحکمت

مولانا ابوالجلال ندویؒ، کراچی

دوسری قسط

حبِ مال اور قرآنی دعوت

نُزولِ قرآن کے تناظر میں

اِطعامِ مسکین

حبِ مال، جمع مال، تکاثر اور دولت کو معیارِ توقیر بنانے کے خلاف وعظ و پند کے بعد اللہ نے عربوں کے مالی نظام کی اِصلاح کی خاطر سورۂ حاقہ میں ایک جہنمی کے جہنمی ہونے کی وجہ یہ بتائی:

﴿إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾

(الحاقۃ:۳۳،۳۴)

''وہ عظیم شان والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا اور مسکین کو کھلانے کی تحریک نہیں کرتا۔''

اگر آپ نے عربی کے خصوصاً اَیام جاہلیت کے اَشعار پڑھے ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عرب سے زیادہ فیاض شاید دنیا میں کوئی قوم رہی ہو، اس قوم کے پڑوسیوں کی شہادتیں بھی اس کی تائید کرتی ہیں، لیکن آپ کو حیرت ہوگی کہ جس قوم کے حاتم کا دنیا بھر میں چرچا ہے، اسی قوم کی بابت قرآن میں بتایا گیا ہے کہ

﴿اَلَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ (النساء:۳۷، الحدید:۲۴)

''کنجوسی سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو کنجوسی کا حکم دیتے ہیں۔''

قرآنِ کریم میں اگر فیاضی کا ذکر ہے تو ان کی فیاضی کا جو مسلمان ہو جانے کی وجہ سے جن کی زندگی بدل گئی تھی۔ اس لیے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اَشعارِ عرب محض لغو ہیں؟ کیا مصر، روما اور ایران کی گواہیاں جھوٹی ہیں؟ کیا حاتم واقعی محض افسانہ تھا؟ نہیں، افسانہ نہیں تھا، کیونکہ جس قوم پر بخل کا الزام لگایا گیا ہے، اسی قوم کو تبذیر سے منع کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾ (بنی اسرائیل:۲۷)
''یقیناً فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔''

عرب کی فیاضیاں مستحقین کے لئے نہ تھیں۔ نام ونمود کے مواقع پر، ہم رتبہ مہمانوں کی ضیافت میں، شراب کی مجلسوں میں، قمار بازی کے مواقع پر اپنے ہم خاندان یا دوست خونی کی طرف سے دیت دے کر اس کو سزا سے بچانے میں، غرض مصارفِ بے جا میں وہ بڑی بے دردی سے دولت پھونک دیتے تھے، لیکن ضعیفوں، اپاہجوں، مسکینوں اور یتیموں کی امداد کو نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں خیال کیا جاتا تھا بلکہ اس کو اللہ کی مرضی کے خلاف جنگ باور کیا جاتا تھا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (یٰسٓ:۴۷)
''اور ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ نے تم کو جو روزی دی ہے، اس میں کچھ نفقہ دیا کرو تو ان میں سے جو کافر ہیں، مؤمنوں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم اس کو کھلائیں، جس کو اللہ چاہتا تو کھلاتا۔ تم لوگ نہیں ہو مگر کھلی گمراہی میں۔''

خوش حالوں کو کھلانا، پلانا اور ان کی ضیافتوں میں اپنے آپ کو برباد کر دینا تو بڑا نیک کام باور کیا جاتا تھا، لیکن جہاں تک محتاجوں کا تعلق تھا، عربوں کا کہنا یہ تھا کہ جسے مولیٰ نہیں دیتا اسے آصف الدولہ کیوں دے۔ جسے دیا گیا اسے اور دیا جائے گا اور جس کو نہیں دیا گیا اس کے پاس جتنا ہو، اسے بھی لے لیا جائے گا۔ جس کی توند بھری ہے اس کی ٹھلیا بھری رہنی چاہیے اور جس کی ہانڈی میں چاول نہیں، اس کو خالی پیٹ ہی مرنا چاہیے۔ یہ تھا عرب کی اقتصادی زندگی کا اُصول۔ موجودہ اقتصادی نظام کے وکیل انکار کریں گے کہ ہمارا یہ اُصول نہیں ہے مگر اس نظام کی بھی حقیقی روح تو یہی ہے کہ بھری توند کو اور بھرو، اور خالی پیٹوں سے ان کے کشکول بھی چھین لو۔

چونکہ عربوں کی معاشی زندگی حقیقی فیاضی سے خالی تھی، اس لیے بالکل ہی ابتدا میں اللہ نے اِطعامِ مسکین کے لئے لوگوں کو ترغیب دینا واجب کیا۔ یہ بات بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ابتدا میں منکرِ خدا پر یہ الزام نہیں لگایا کہ وہ مسکین کو کھلاتا نہیں تھا، یہ بات آئندہ چل کر سورہ

www.KitaboSunnat.com

مدثر میں دوزخیوں کی زبان سے کہی کہ

﴿ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴾ (المدثر:۴۴) ''اور ہم مسکین کو نہیں کھلاتے تھے۔''

اِطعامِ مسکین کے ترک پر ملامت تو اسے کی جاسکتی ہے جس کو اس کی استطاعت ہو، لیکن اِطعامِ مسکین کی ترغیب کا ترک پوری قوم کا مشترکہ گناہ تھا۔ اس گناہ پر ملامت سورۂ فجر اور سورۂ ماعون میں وارد ہے۔ آئندہ چل کر سورۂ الدہر میں مسلمانوں کا وصف بتایا کہ

﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴾ (الدہر:۸)

''اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت میں مسکین کو اور یتیم کو اور اسیر کو۔''

ہمارے جدید ماہرین معیشت جس نظام کی محبت میں وارفتہ ہو کر ربا کے اسلامی احکام کے متعلق اصلاحات کے درپے نظر آتے ہیں، اس کی برکت یہ ہے کہ اطعامِ مسکین کو ملک میں اضافۂ مساکین اور مفت خوروں کی تعداد بڑھانا خیال کیا جاتا ہے۔ مساکین کا حق مار لینے والوں کی ملامت تو نہیں کی جاتی، مساکین کی خوردونوش کا انتظام کیے بغیر بھیک مانگنے کو جرم قرار دیا جاتا ہے۔ یورپ کی حکومتوں نے تو اپنے فرائض میں داخل کر لیا ہے کہ ہر شخص کو جو ہٹا کٹا ہے، کام دیا جائے تاکہ وہ محنت کر کے اپنا پیٹ بھرے اور جونکما ہو جائے اس کو حکومت جینے کا سہارا دے مگر بھارت اور پاکستان کی حکومتیں یورپ کے اس اُصول کو تو مانتی ہیں کہ محصول پر محصول لگاؤ، کاروبار کے ہر مرحلہ پر ٹیکس وصول کرو کہ دھیلے کی چیز جب صارف کے پاس پہنچے تو وہ اپنے پانچ دن کی مزدوری دے کر اسے خریدے اور ۸۵ فیصد سے زیادہ رقم حکومت کی تجوری میں پہنچ جائے تاکہ دو منٹ کے کام کو دو برس کے لیت ولعل اور ہیرا پھیری کر کے انجام دینے والے سرکاری نوکروں کو اس اِسرافِ وقت کا انعام ہزاروں کی توڑی کی شکل میں دیا جاسکے، لیکن محتاج کی روزی کا انتظام کرنا اپنے فرائض میں داخل نہیں کیا۔

بھارت کے پاس تو کسی عمرؓ کی نظیر نہیں ہے مگر خلافت راشدہ کے معترضین حضرات کے پاس تو یہ نظیر موجود ہے، پھر بھی بس اتنا جانتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) ہر خلیفہ جبار عنید ہی ہوتا تھا اس لیے پاکستانی حکومت کو جبار عنید ہی کی حکومت ہونی چاہیے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ ﴿وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ﴾ کا الزام پاکستان کی 'خلافتِ راشدہ' پر بھی پوری

www.KitaboSunnat.com

وضاحت سے چسپاں ہو جاتا ہے۔

عادیات، تکاثر، ہمزہ، نوح، ضحیٰ، حاقہ یہ تمام سورتیں جن کی آیتیں پیش کی گئیں، جن میں حبِ مال، تکاثر، جمع مال، قیادتِ ذومال اور طعام مسکین کی تحریک کے فقدان کے خلاف اللہ جل جلالہ نے وعظ فرمایا ہے۔

سب سے پہلے جس بزرگ کو اللہ نے اسلام سے مشرف کیا، وہ کون تھا؟ شاعر جواب دیتا ہے:

سید کائنات کا دل دار

ثاني اثنين إذ هما في الغار

اس مردِ بزرگ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) نے اسلام قبول کر کے جو دعا کی تھی وہ احقاف:۱۵ میں منقول ہے، اس دعا کے وقت حضرتؓ ۴۰ برس کے ہو چکے تھے۔ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کے آخر بہ عمر ۶۳ سال وفات پائی، اس لیے ان کے اسلام کا زمانہ ۱۱ق ھ کے کسی ماہ کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ اغلباً وہ ربیع الاول ۱۱ق ھ میں مسلمان ہوئے۔ ان سورتوں کا زمانۂ نزول رمضان ۱۳ق ھ سے لے صفر ۱۱ق ھ تک ڈیڑھ سال کی مدت کو قرار دیا جاسکتا ہے۔

آئینِ میراث

اسلام قبول کرنے کے بعد یا اسلام قبول کرتے وقت جب کہ ایک روز حضرت ابوبکرؓ آپ کے پاس بیٹھے تھے، سورۂ فجر نازل ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے آخری آیتیں سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ما أحسن هذا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ بات کیا ہی خوب ہے۔ فرمایا: «أما إنه سيقول لك» یعنی جان رکھو کہ یہ بات کبھی خود تم سے کہی جائے گی۔ یہ واقعہ غالباً ربیع الاوّل ۱۱ق ھ کا ہے۔ عرب میں چونکہ معیارِ توقیر جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، دولت مندی تھی، دولت مند ناز کرتا تھا کہ ﴿رَبِّيْ اَكْرَمَن﴾ یعنی میرے ربّ نے میری توقیر فرمائی اور کم دولت گلا کرتا تھا کہ ﴿رَبِّيْ أَهَانَن﴾ یعنی میرے ربّ نے میری عزت گھٹادی۔ وہ یہ نہیں خیال کرتا تھا کہ اس کی غربت اس کے معاشرہ کے چند جرائم کی پاداش ہے اور ان جرائم کے ارتکاب میں وہ بھی برابر کا شریک ہے۔ اسے یہی بتانے کے لئے یہ سورہ نازل ہوئی۔ اس سورہ کے آغاز

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ نے فرمایا:

﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ﴾ (الفجر:۱تا۴)

''فجر کا وقت اور دس راتیں اور دو کی جوڑی اور ایک اکلوتا اور رات گواہ ہے جب گذری تھی۔''

تین اوقات واَزمنہ اور دو کی جوڑی اور ایک اکلوتے کو اللہ نے قسم کے پیرایہ میں ایک حقیقت کے گواہ قرار دے کر وہ حقیقت خود بیان فرمانے کے بدلے یہ سوال کیا:

﴿هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ﴾ (الفجر:۵)

''کیا اس میں کسی صاحبِ خرد کے لئے کوئی قسم ہے۔''

مخاطب ان آیتوں کا ایک ذوحجر ہے۔لفظ حِجر کا ترجمہ اس جگہ دانش یا خرد کیا جاتا ہے، حجر کا لفظ اس آیت کے علاوہ اور آیتوں میں بھی آیا ہے۔ پندرہویں سورہ میں الحجر ایک شہر کا نام ہے، جہاں کے باشندے پہاڑوں کو تراش کر اُنہیں بیوتِ مسکونہ بناتے تھے۔ (الحجر:۸۲) یہ نام حَجَر بفتحتین (پتھر) سے ماخوذ ہے۔الانعام:۱۳۸ میں حرام کے معنی میں آیا ہے۔الفرقان:۲۲ میں ہے کہ عذاب کے فرشتوں کو دیکھ کر ظالم چیخ اُٹھیں گے کہ ﴿حِجْرًا مَّحْجُورًا﴾ جس کا ٹھیک مطلب یہ ہے: روکیے ان کو روکیے۔

الفرقان:۵۳ میں حجرا محجورا کا لفظ حاضر وحاجب یعنی ایک دریا کے پانی کو دوسرے دریا کے پانی سے باوجود اتصال الگ الگ رکھنے والی توانائی کے لئے یہ لفظ آیا ہے۔حجر علیه القاضي کے معنی ہیں کہ قاضی نے اسے شے کے استعمال سے روک دیا۔حجر اس دانش کا نام ہے جو قاضی بن کر انسان کو ناروا کام سے روکتی ہے۔ ذو حجر کی جمع أولی النهی ہے یعنی بدی سے روکنے والی عقلوں والے، سورہ کا مخاطب طٰہٰ:۱۳۸ کے أولی النهی میں سے ایک ہے۔جو اقوامِ بائدہ کے مساکین کی سیر کیا کرتے تھے یعنی تجارتی اَغراض سے عاد، ثمود، فرعون اور قومِ لوط کے دیار میں آیا جایا کرتے تھے۔سورہ کا پہلا سامع اُنہیں میں سے ایک تھا۔ اس لئے کیوں نہ باور کیا جائے کہ آیت نمبر۵ کے مخاطبِ اوّل حضرت ابوبکرؓ ہی ہیں۔

خدا نے و فجر اور و لیل نہیں فرمایا بلکہ والفجر اور واللیل فرمایا ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ ایک مخصوص فجر اور ایک مخصوص رات کا پچھلا پہر مراد ہے جس سے مخاطبِ اوّل واقف تھا۔

www.KitaboSunnat.com

مفسرین کی روایت کے (مطابق) الفجر سے ذی الحجہ کی پہلی فجر مراد ہے اور لیال عشر سے ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں، اس لیے واللیل سے بھی ذی الحجہ کی یہی ایک مخصوص سحر مراد ہے۔ چونکہ جن روایتوں پر یہ تصریح مبنی ہے، وہ اَدھوری روایتیں ہیں، اس لیے یہ تصریح پورا مطلب سمجھانے سے قاصر ہے۔

سامع اوّل بلفظِ دیگر مخاطبِ اوّل اسی قوم کا ایک فرد تھا جس کو سورۂ صافات میں قومِ لوط کی تباہی کی خبر دے کر اللہ نے فرمایا کہ ''یقیناً تم لوگ ان کے پاس گذرا کرتے ہو صبح کو اور رات کو، پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔'' (الصافات:۱۳۷، ۱۳۸) سامع اوّل ایک ذوجحر تھا۔ عقل سے کام لیتا تھا۔ الفجر سے اس سامع کی ایک مخصوص فجر اور واللیل إذا یسر سے اس کی ایک مخصوص سحر اور لیال عشر سے اسی کی دس راتیں مراد ہیں۔ جو المؤتکفة کے پاس سے گذریں۔ اب روایتی تفسیر کو ملا کر یوں کہئے کہ ذوالحجہ کی پہلی فجر، پھر ذوالحجہ کی دس راتیں یعنی ۲ تا ۱۱ ذوالحجہ اور اس ذی الحجہ کی گیارہویں سحر مراد ہے جو المؤتکفة کے پاس اس ذوجحر نے سورہ کے سماع سے پہلے گذاری تھیں۔ الشفع اور الوتر کا ٹھیک مطلب سمجھنے کے لئے سبا:۴۶ میں پڑھئے: ﴿أَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا﴾ ''خدا کے لئے اُٹھو تم لوگ دو دو اور ایک ایک پھر غور کرو''، عرب کسی اہم بات پر غور وفکر کر کے کچھ طے کرنا چاہتے تو پہلے ایک ایک شخص تنہائی میں الگ الگ سوچتا پھر دو دو مل کر تبادلۂ خیال کرتے، پھر جماعت میں سوچی بچاری تجویز پیش کرتے تھے۔

اب ہم ذوحجر کی بابت فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ ذوالحجہ کی پہلی فجر المؤتکفة کے پاس پہنچا۔ دس راتیں وہاں قیام پذیر رہا۔ گیارہویں سحر کو کوچ کیا۔ ایامِ قیام اس نے دو کی جوڑی کو اُلٹی پلٹی بستی کے آثار کی شہادتوں پر سرگرم گفتگو پایا، پھر اِکلوتے سے اس کو آثارِ باقیہ کی گواہیاں معلوم ہوئیں۔ اسے معلوم ہوا کہ یہاں اس کے ورود کے وقت یعنی صبح سویرے اس شہر پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ (القمر:۳۸) اور اس کی روانگی کے وقت یعنی فجر سے پہلے آخر شب میں اللہ نے لوط اور آلِ لوط کو عذاب سے بچا لیا تھا۔ (القمر:۳۴) یہ ذوحجر اپنی آنکھوں سے المؤتفکة

www.KitaboSunnat.com

کے آثار میں وہاں گذرے ہوئے حوادث دیکھ آیا تھا اور دو کی جوڑی اور ایک اکلوتے سے داستان سن آیا تھا۔ اپنے معلومات لئے ہوئے یہ ذوحجر پیغمبر کے پاس پہنچا تو پیغمبر نے کہا:

''وہ فجر جس سے تو خوب واقف ہے، وہ دس راتیں جو تو نے اس فجر کے بعد گذاریں، دو کی جوڑی اور ایک اکلوتا اور رات کا پچھلا پہر جسے تو جانتا ہے، کیا تجھے کسی خوفناک حقیقت سے آگاہ کر چکی ہیں؟''

اب آپ تصور کر سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے ذہن نے کیا جواب سوچا ہوگا۔ آپ ان کے ذہنی جواب کا اندازہ کر لیں تو آگے بڑھیں:

مکی آیتوں کو پڑھنے سے پہلے تین قوموں کو اور ان کے مسکنوں کو جان لیں۔ عادِ اُولیٰ اور عادِ اُخریٰ دو تھے، ایک کا مسکن اَحقاف تھا اور ایک کا مسکن اِرم تھا۔ اور اسے عاد کے علاوہ ارم بھی کہا جاتا تھا۔ حضرت الیسع کا معاصر بادشاہ دمشق بن ہدد ایک شاہِ ارم تھا۔ قاضیوں کا معاصر بادشاہ کوشان رشعتیم ارم نہریم کا بادشاہ تھا۔ حضرت موسیٰ کا معاصر بلعام باعور، ارم نہریم کا کاہن تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے خاندان کا وطن ارم نہریم تھا۔ (تکوین :۴، معہ تکوین:۱۰) اس لئے حضرت یعقوب ارمی تھے۔ (تثنیہ ۵:۲۶) حضرت ابراہیم کے بھائی بھتیجے حاران میں بستے تھے۔ (تکوین ۴۳:۲۷) اس شہر کا دوسرا نام فدانِ ارم تھا۔ (تکوین ۲۵:۲۰، ۲۸، ۱)

ارم نہریم قدیم نام تھا دوآبہ دجلہ وفرات کا جس میں حاران واقع تھا۔ یہیں کے قدما کا ذکر عادِ ارم کے نام سے قرآن میں آیا ہے۔ فدان کا لفظ عبرانی میں شاہی محل کا مرادف ہے۔ یہ محل اس طرح بنایا گیا تھا کہ چند عالی شان ستون کھڑے کر کے ان کو مسقّف کر دیا گیا تھا۔ نزولِ قرآن کے زمانے تک اس فدان کے ستون کھڑے تھے مگر عمارت کی چھتیں ناپید ہو چکی تھیں۔ اِنہی ستونوں والے فدان کے قدیم بانیوں کو بعد کے باشندگانِ ارم سے ممتاز کرنے کے لئے ارم ذات العماد کہا جاتا تھا۔ ثمود کے مقام کا ذکر ہو چکا ہے، تبوک کی وادی القریٰ میں وہ پہاڑیاں ہیں جن کو تراش کر اُنہوں نے بیوتِ مسکونہ بنا رکھا تھا۔ اوتاد الأرض پہاڑوں کو کہتے تھے۔ قرآن میں ہے: والجبال أوتادًا وادی سینا کے کئی ایک پہاڑوں پر چوتھے خانوادہ اور بارہویں خانوادہ کی تحریریں پائی گئی ہیں۔ یہ پہاڑ اوتادِ فرعون ہے اور ان

www.KitaboSunnat.com

پہاڑوں کا ذو (فرماں روا) ذوالاوتاد کہلاتا تھا۔ ایک پہاڑ پر چوتھے خانوادہ کے پہلے فرعون سارع کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ ایک عرب کو زمین پر پٹک کر اس کے سر کے بال پکڑے ہوئے ہے اور اس کے اندر میخ ٹھوکنے پر آمادہ ہے، یہ تھا پہلا فرعون ذوالاتاد۔

سورہ کا مخاطب ذوحجر جس نے المؤتفکۃ میں دس راتیں گزارنے اور وہاں کی تاریخی سحر اور فجر کے آثار دیکھنے اور شفع و وتر سے آثار کی داستان سننے کے علاوہ عادِ ارم کے عاد، ثمود کے گھر بنے ہوئے چٹان اور فرعون کے اَوتاد کو بھی دیکھا، ان لوگوں میں سے ایک تھا جن کی بابت سورۂ عنکبوت میں فرمایا گیا کہ عاد و ثمود کا حال اس کے مسکنوں سے تم پر واضح ہو چکا ہے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ﴾ (الفجر:٦ تا١٠)

''کیا تم نے (بچشم خود) نہیں دیکھا کہ تیرے ربّ نے کیا کیا عاد یعنی ستونوں والے ارم کے ساتھ جن کی نظیر اور شہروں میں نہیں بنیں اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹان تراشی اور اوتاد والے فرعون کے ساتھ۔''

سامع اوّل کے ذہن میں سوالوں کا جواب موجزن آیتوں کے بعد اسی موجزن جواب کو اس نے سنا اور دل میں اس نے تصدیق کی اور کہا کہ واقعی:

﴿الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ۝ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ﴾ (الفجر:١١ تا١٣)

''جن لوگوں نے شہروں کے اندر سرتابی کی پھر ان میں فساد کی بہتات کر دی تو ان پر تیرے ربّ نے عذاب کا کوڑا برسایا۔''

اتنی تمہید کے بعد اللہ نے اصل مقصود کی طرف توجہ دی تاکہ سامع کو ان جرائم کی ہولناکی کا پورا اندازہ ہو جائے جن کی وجہ سے اس کی قوم عاد، ثمود، فرعون ذوالاتاد اور قوم لوط کے انجام کی حق دار بنی تھی۔ فرمایا:

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۝ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي

www.KitaboSunnat.com

أَكْرَمَنِ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّيٓ أَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّونَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِايٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُولُ يٰلَيْتَنِى قَدَّمْتُ لِحَيَاتِى ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۝ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴾

''یقیناً تیرا ربّ (آج کے مفسدوں کی بھی) تاک میں ہے مگر (نادان) انسان کو جب اس کا ربّ آزماتا ہے اور (بغرضِ آزمائش) اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ (بس) نازکرتا ہے کہ میرے ربّ نے میری توقیر کی اور جب اسے آزماتا ہے پھر اس کی روزی گھٹاتا ہے تو وہ (بس) گلا کرتا ہے کہ میرے ربّ نے میری عزت گھٹائی۔ ایسا نہیں بلکہ (وجہ یہ ہے کہ) تم یتیم کی توقیر نہیں کرتے اور ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے پر آمادہ نہیں کرتے اور میراث کو سب سمیٹ کھاتے ہو اور مال کی بے حد محبت رکھتے ہو۔ خبردار! جب کہ زمین کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا اور تیرا پروردگار آئے گا اور فرشتے قطار در قطار۔ اور اس دن جہنم لائی جائے گی اس دن انسان اپنی کرنی یاد کرے گا اور اس کا یاد کرنا کس کام کا؟ بولے گا: اے کاش! میں نے اپنے جینے کے لئے کچھ کیا ہوتا۔ اس دن کا سا عذاب کوئی نہ دے گا اور اس کی طرح کوئی نہیں جکڑے گا۔'' (الفجر: ۱۴ تا ۲۶)

یہاں تک جواب تھا، اللہ سے یہ گلا کرنے والے کا کہ میرے ربّ نے مجھے بے عزت کر دیا ہے حالانکہ مجھ جیسے دوسروں کو عزت دی ہے۔ میری بے عزتی کا سبب صرف اس کی مرضی ہے، اس میں ہم جیسوں کے کسی جرم کا دخل نہیں ہے۔ سامع اوّل اللہ کے ان ارشادوں کی سراپا تصدیق تھا، کیونکہ عادِ ارم کے عاد، قوم لوط کی بستی المؤتفکة، فرعون ذوالاتاد کے اوتاد اور ثمود کے مکانات جو اَصلاً پہاڑ تھے، اس کی عقل سے اور شفع ووتر اس کے کانوں سے باتیں کر چکے تھے اور وہ جان چکا تھا کہ جو ہوا اور جس وجہ سے ہوا، اسی وجہ سے پھر ہوسکتا ہے۔ ٹوٹی پھوٹی بستیاں خبر دے چکی تھیں کہ اس طرح پوری دنیا ٹوٹ پھوٹ سکتی ہے اور ٹوٹ پھوٹ کے رہے گی۔ البتہ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس ٹوٹ پھوٹ کے بعد کیا ہوگا، ان آیتوں نے اسے بتایا کہ اس دن مجرموں کو سزا دی جائے گی۔ ابھی تک وہ اولوا النھٰی میں سے ایک

www.KitaboSunnat.com

ذوحجر تھا مگر اب تک وہ ایک مؤمن کامل اور ایک صدیق تھا، اس لئے اللہ نے فرمایا:

﴿يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ (الفجر:۲۷تا۳۰)

''اے وہ جان جو بے تردّد ایمان والی ہے، اپنے ربّ کی طرف لوٹ پڑ تو اس سے راضی ہو، وہ تجھ سے راضی ہو۔ پھر میرے پرستاروں میں داخل ہو جا اور آ جا میری جنت میں آ جا۔''

ذوحجر نے جو کہ اب نفس مطمئنہ تھا اور صدیق بن چکا تھا، یہ آیتیں سنیں اور بول اُٹھا کیا ہی عمدہ بشارت ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ بشارت تمہیں کو سنائی جانے والی بشارت ہے۔

عربی دستورِ میراث

اس سورہ کی تمام آیتیں کسی قدر تشریح کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دی گئیں۔ اس سورہ کا سبق یہ ہے:

① اکرام یتیم کا رواج نہ ہونا

② اِطعام مسکین پر ایک دوسرے کو آمادہ نہ کرنا

③ میراث کو سب کا سب سمیٹ کھانا

④ مال کی بے حد محبت کرنا

یہ چار جرائم ایسے ہیں جن کا مآل یہ ہونا چاہیے کہ جس قوم کی معاشی زندگی ان جرائم کے تار و پود سے بنی گئی ہو، وہ عاد و ثمود اور فرعون اور موتفکہ والوں کے انجام کی حقدار ہو اور قیامت میں تو ان جرموں کی سزا مل کے رہے گی۔

ان جرائم اَربعہ میں سے بنیادی جرم حبِ مال ہے، یہی جرم لِمّ تراث (ساری میراث سمیٹنے) کے دستور کی اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بے اعتنائی کی اصل ہے۔ لِم کے معنی ہیں سب سمیٹ لینا۔

سورۃ البلد اور فکِ رقبہ

ایامِ جاہلیت کا ہر معاشی دستور حبِ مال کی چغلی کھاتا تھا، لیکن یہی وہ الزام جس کو عرب کبھی خوشی سے قبول نہیں کرسکتا تھا، جاہل ہونے پر اسے فخر تھا۔ ابوجہل کا یہ لقب اسلامی تصور

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق برے معنی کو متحمل ہے، لیکن عربی تصور کے مطابق یہ قابل ناز لقب تھا، کیونکہ جہل کے معنی تھے: برے نتائج کی پروا کیے بغیر اپنے عزم پر قائم رہنا۔ قرآن عذابِ آخرت سے ڈراتا ہے، ابوجہل اس سے نہیں ڈرتا تھا۔ ایامِ جاہلیت میں آپ کو ظالم، جاہل اور سارق یہاں تک کہ دجال (برافریبی) نام والے بھی ملیں گے، لیکن شحیح و بخیل جیسے نام نہ ملیں گے۔ ﴿تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ ایک ایسی بات تھی جسے عرب برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ ایک شخص نے تردید کی اور اس نے کہا کہ میں ڈھیروں مال ہلاک کر چکا ہوں، میرے جیسوں کو مال کا حریص بتانا کیسی بات ہے۔ اس قول کے جواب میں اللہ نے سورہ بلد نازل کی اور عرب کے معاشی نظام کی ایک اور شہ رگ سے خون نچوڑنے کی ابتدا کر دی۔ فرمایا:

﴿ لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۝ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ۝ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ۝ يَقُوْلُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا۝ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ۝ أَلَمْ نَجْعَلْ لَّهُ عَيْنَيْنِ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ۝ وَمَا أَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ۝ أَوْ إِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ۝ يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ۝ أَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ أُولٰئِكَ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ﴾ (سورۃ البلد)

''نہیں میں تو اس شہر کو دلیل بناتا ہوں۔ اس حال میں کہ تو اس شہر میں مقیم ہے۔ اور ہر باپ (یا ماں) اور ہر بیٹے (بیٹی) کو۔ یقیناً ہم نے انسان کو دشواری میں پیدا کیا۔ کیا (پھر بھی) اس کا خیال ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا۔ کہتا ہے کہ میں تو ڈھیروں مال تباہ کر چکا ہوں۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ ہم نے اسے (دیکھنے کو) دو آنکھیں دیں اور (بولنے کو) ایک زبان اور دو ہونٹ دیے اور ہم نے اسے دونوں بلندیاں دکھا دیں۔ پھر بھی درمیانی گھائی میں نہیں اُترا۔ اور تو کیا جانے درمیانی گھائی کیا شے ہے۔ ایک گردن کو رہائی دینا یا کھلانا کسی بھوک والے دن میں کسی قرابت مند یتیم کو۔ یا خاک میں لتھڑے کسی مسکین کو پھر یہ کہ وہ ہونا ان میں سے جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو جھیلنے کی اور ایک دوسرے کو ترس کھانے کی رائے دیتے ہیں، یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے اور جو ہماری آیتوں کے منکر

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہ بائیں بازو والے ہیں۔ان کو ایک آگ گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔''

شخص نے سورۃ الفجر کے عذاب کے تردید کی تھی، اس لئے فرمایا: کیا اس کا خیال ہے کسی غلام کی آزادی کسی یتیم اور مسکین کے کام نہیں آئی تھی۔اللہ نے آنکھیں دی تھیں کہ دیکھے کہ امداد کا حقدار کون ہے اور امداد کس وقت کرنی چاہیے۔اسے دو بلندیاں دکھا دی تھی: ایک طرف اِسراف وتبذیر دوسری طرف بخل اور شح نفس، بیچ کی کھائی موقع اور محل پر مستحق امداد اور مصیبت زدہ کو دکھ جھیلنے کی رائے دینا اور خوش حالوں کو دکھی لوگوں پر ترس کھانے کی رائے دینا اور کلمہ حق کا اقرار کرنا، اس کے لئے ایک زبان اور دو ہونٹ دیے۔

سورۃ اللیل اور مقصد خیرات

اس سورہ میں اللہ نے فرمایا:

① بخیل مستغنی کو جس نے الحسنٰی (اچھی بات) کو جھٹلایا، دھمکی دی کہ ہم اس کے لئے سامان کر دیں گے عسریٰ (تکلیف وعسرت) کا اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور اسے الأشقیٰ کا لقب دیا۔

② الحسنٰی (اچھی بات) کی تصدیق کرنے والے کو وعدہ دیا کہ اس کے لئے ہم الیسریٰ (آرام وراحت) کا سامان کر دیں گے اور اس کو الأتقی کا لقب دیا اور اس سے راضی ہونے کا وعدہ لیا، کیونکہ وہ:

﴿اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی﴾ (اللیل:۱۸تا۲۱)

''اپنا مال دیتا ہے پاک ہونے کے لئے۔اس کے اوپر کسی کا احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔سوائے اپنے عالی شان پروردگار کی خوشنودی کی خواہش کے اور عنقریب راضی ہو جائے گا۔''

ان آیتوں نے صرفِ مال، خصوصاً خیرات کا مقصد متعین کر دیا۔نیکیاں احسان چکانے کے لئے کی جاتی ہیں، اور یہ بھی ایک اچھی بات ہے، لیکن اللہ کو خوش کرنے والی نیکی وہی ہے جو محض اللہ کے لئے کسی کے ساتھ کی جائے۔

www.KitaboSunnat.com

قانون وقضا

محمد عطاء اللہ صدیقی

قرآن، آئینِ پاکستان اور قائداعظم

حکمت و دانش کا تقاضا ہے کہ انسان جس موضوع کے بارے میں زیادہ معلومات نہ رکھتا ہو، اُس کے متعلق کوئی بات کرتے ہوئے یا حتمی رائے کے اظہار سے گریز کرنا چاہیے۔ ورنہ اُس کی کم علمی اور جہالت اُس کے لیے رسوائی اور خجالت کا باعث بن سکتی ہے۔ مگر کچھ لوگ دانش مندی کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتہائی غیرمحتاط اور بے باکانہ انداز میں ایسے بیانات بھی داغ دیتے ہیں جس پر اُنہیں تنقید اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ سننے والوں کے ذہن میں ایک 'پیکرِ جہالت' کا تاثر چھوڑتے ہیں۔ ۲۳/مئی ۲۰۱۰ء کو فوزیہ وہاب نے میڈیا کے سامنے جو بیان دیا، اُس سے کچھ اسی قسم کا تاثر سامنے آتا ہے۔ یہ نہایت قابلِ اعتراض تھا جسے بجا طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور عین ممکن ہے کہ خود فوزیہ وہاب کے سیاسی کیرئیر پر اس نامعقول بیان کے دیرپا اَثرات مرتب ہوں۔

فوزیہ وہاب نے صحافیوں کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا:

> ''حضرت عمرؓ کے دور میں آئین نہیں تھا، صرف قرآنِ مجید تھا۔ آج کی عدالتیں صدرِ مملکت کا احتساب نہیں کرسکتیں، کیونکہ اُنہیں آئینی تحفظ حاصل ہے، آئین نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو عدالت میں طلب کیا گیا تھا۔ صدر عام شہری نہیں ہوتا۔ اگر صدرِ مملکت کو تحفظ نہیں دیا جائے گا تو وہ کام نہیں کرسکیں گے۔'' (جیو ٹی وی، اے آر وائی نیوز)

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوزیہ وہاب کو اسلام میں حاکمیت کے تصور اور اس تصور کے آئینِ پاکستان کی اَساس سے تعلق کے بارے شعور اور فہم نہیں ہے، ورنہ وہ یہ بیان کبھی نہ دیتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ میں خلیفہ یا امیرالمؤمنین کی قرآن وسنت کے مقابلے میں ثانوی حیثیت کا بھی اُنہیں اندازہ نہیں ہے۔ ہمیں گمانِ غالب ہے کہ قائداعظم اور علامہ اقبال کے اس موضوع پر واضح بیانات پر بھی ان کی نگاہ نہیں رہی، ورنہ شاید وہ یہ بیان دینے سے گریز

www.KitaboSunnat.com

کرتیں۔ یہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ ہمارے سیاست دان اور جدید تعلیم یافتہ افراد کی کثیر تعداد دیگر موضوعات کے متعلق تو بہت جانتی ہے مگر اس اہم موضوع کے متعلق اُنہوں نے جاننے کی شاید کبھی کوشش نہیں کی۔

ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس موضوع پر مصورِ پاکستان، حکیم الامت علامہ محمد اقبال اور بانیِ پاکستان محمد علی جناح کے کئی ایک ارشادات ریکارڈ پر ہیں جن سے ہم راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ قائداعظم کے درجنوں بیانات تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہیں۔

✧ ۱۹۴۶ء کا واقعہ ہے، قائداعظم الٰہ آباد میں مسلم لیگ کے اجلاس کے سلسلے میں نواب سر محمد یوسف کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ وکلا کا ایک وفد ملاقات کے لیے آیا۔ وہاں یہ مکالمہ ہوا:

ارکانِ وفد: پاکستان کا دستور کیسا ہوگا؟ ..... کیا پاکستان کا دستور آپ بنائیں گے؟

قائداعظم: پاکستان کا دستور بنانے والا مَیں کون ہوں؟ پاکستان کا دستور تو تیرہ سو سال پہلے ہی بن گیا تھا۔

✧ ۲۷ر جولائی ۱۹۴۴ء کی بات ہے۔ کھانے کی میز پر راولپنڈی مسلم لیگ کے صدر محمد جان بیرسٹر نے پوچھا: سر! آپ جو پاکستان بنانا چاہتے ہیں، اس کا دستور کیا ہوگا؟

قائداعظم: یہ تو اس وقت کی دستور ساز اسمبلی کا کام ہے۔ مَیں کیا بتا سکتا ہوں؟

محمد جان: اگر ہم فرض کرلیں کہ آپ کی موجودگی میں پاکستان بنتا ہے اور آپ اس ملک کے سربراہ ہیں تو پھر دستور کی حیثیت کیا ہوگی؟

قائداعظم: ''اس کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ کے پاس تیرہ سو سال سے دستور موجود ہے۔''

✧ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

''مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرزِ حکومت کیسا ہوگا؟ پاکستان کا طرزِ حکومت متعین کرنے والا مَیں کون؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے اور میرے خیال میں مسلمانوں کے طرزِ حکومت کا آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآنِ حکیم نے فیصلہ کر دیا تھا۔''

✧ ۱۹۴۵ء میں ممبئی میں عیدالفطر کے موقع پر آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

''مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآنِ پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآنِ پاک غور سے پڑھیں۔ قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کرسکتی۔''

✧ قائداعظم نے فرمایا:

''مَیں نے قرآنِ مجید اور قوانینِ اسلامیہ کے مطالعے کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا رُوحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی پہلو ہو یا معاشی، غرض یہ کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے اِحاطہ سے باہر ہو۔ قرآنِ کریم کی اُصولی ہدایت اور طریقِ کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہے بلکہ اسلامی حکومت، غیر مسلموں کے لیے حسنِ سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ دیتی ہے، اس سے بہتر تصور ناممکن ہے۔''

✧ مسلمانانِ پشاور کے عظیم اجتماع میں ۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء کو قائداعظم نے جو بیان دیا، وہ بے حد جامع اور ہمارے لیے راہنمائی کے اُصول فراہم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''اسلامی حکومت کا یہ امتیاز پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور فرمائش کا مرجع اللہ کی ذات ہے جس کے لیے تعمیل کا مرکز 'قرآنِ مجید' کے اَحکام اور اُصول ہیں۔ اسلام میں نہ اصلاً کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص یا ادارے کی، قرآنِ کریم کے احکام ہی سیاست ومعاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرتے ہیں۔ 'اسلامی حکومت' دوسرے الفاظ میں ''قرآنی اُصول اور احکام کی حکمرانی ہے۔''

قائداعظم کے یہ اور دیگر اس طرح کے بیانات 'حیاتِ قائداعظم'، 'قائداعظم کا مذہب و عقیدہ'، 'قائداعظم کی تقاریر و بیانات' جیسی مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ یہ بیانات اس قدر واضح اور صریح ہیں کہ ان کی مزید وضاحت اور تعبیر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ قائداعظم نے اپنے بیانات میں تواتر سے قرآنِ مجید اور شریعتِ اسلامیہ کو تیرہ سو سال پہلے کا آئین قرار دیتے اور اِسے دیگر اقوام کے سامنے نہایت فخر سے بیان کرتے تھے مگر افسوس آج کس قدر مغالطہ آمیز و گمراہ کن بیانات دیے جارہے ہیں۔ ایسے بیانات صرف وہ شخص دے سکتا ہے جس کی بدنصیبی نے اُسے اسلام، اسلامی تاریخ، اسلام کے سیاسی فلسفہ اور نظامِ حیات کے مطالعے سے

www.KitaboSunnat.com

محروم رکھا ہو۔ فوزیہ وہاب کو قائداعظم کے مندرجہ بالا بیانات کو غور سے پڑھنا چاہیے اور پھر فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس کا بیان کس حد تک نامعقول ہے!!

❁ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں خطبۂ الٰہ آباد میں مسلمانوں کے لیے الگ ملک کا تصور پیش کیا مگر یہ خیال کہ قرآن ملتِ اسلامیہ کا آئین ہے، آپ بہت پہلے پیش کر چکے تھے۔ فوزیہ وہاب جیسی سوچ کے حامل افراد کو اگر زبانی بتایا جائے تو شاید وہ یقین نہ کریں مگر یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ علامہ اقبال کی شہرۂ آفاق فارسی شاعری کی کتاب 'رموزِ بے خودی' جب ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی تو اقبال نے اپنی اس طویل نظم کے ایک حصہ کا عنوان 'آئینِ محمدیہ قرآن است' رکھا۔ اس عنوان کے تحت ۳۵/اشعار درج ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے درج ذیل معروف اشعار بھی ان میں شامل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

ملّتی را رفت چوں آئین ز دست — مثل خاک اجزای اُو از ہم شکست
ہستیِ مسلم ز آئین است و بس — باطن دینِ نبیؐ این است و بس
آن کتاب زندہ قرآنِ حکیم — حکمت اُو لا یزال است و قدیم
نوعِ انسان را پیام آخرین — حامل او رحمتہ للعالمین
نسخۂ ی اسرارِ تکوینِ حیات — بی ثبات از قوتش گیرد ثبات
گر تو می خواہی مسلمان زیستن — نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

ان اشعار کا آسان ترجمہ ومفہوم کچھ یوں ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ

''جس قوم نے آئین ہاتھ سے جانے دیا، اس کے اَجزا خاک کی صورت پریشان ہوگئے۔ مسلمانوں کی قوت کا دارومدار آئین پر ہے (جو قرآن کریم کی صورت ہمارے پاس ہے)۔ ہمارے نبی ﷺ کے دین کا باطن بھی آئین میں ہے۔ قرآن ایک زندہ وتابندہ کتاب ہے، اس کی حکمت لازوال اور اس کی دانش قدیم ہے۔ یہ نوعِ انسانی کے لیے آخری پیغام ہے۔ حضرت محمد ﷺ جو رحمتہ للعالمین ہیں، اس کے حامل ہیں۔ اگر مسلمانوں کی طرح جینے کا ارماں رکھتے ہو تو جان لو کہ قرآن کے علاوہ کوئی ہادی نہیں مل سکتا۔''

علامہ محمد اقبال نے ملتِ اسلامیہ کے لیے قرآنِ مجید کو آئین قرار دیا ہے۔ درحقیقت پوری

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کی سیاسی فکر کا یہ بنیادی نکتہ رہا ہے اور اس کے متعلق کبھی شکوک و شبہات یا ذہنی تحفظات وارد نہیں کیے گئے۔ اسلامی تاریخ میں جن برگزیدہ ہستیوں نے اسلام کی سیاسی فکر پر قلم اُٹھایا ہے، ان میں الماوردی، نظام الملک طوسی، امام غزالی، ابنِ تیمیہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماے گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ ان سب مفکرینِ اسلام نے قرآنِ مجید کو اسلام کی سیاسی فکر اور نظامِ ریاست کا محور و مرکز قرار دیا ہے۔ علامہ محمد اقبال اور قائداعظم اپنے اسلاف کی اسی تابندہ فکر کے علم بردار تھے۔

۲۳ رمئی کو دن کے تقریباً ۱۱ بجے میڈیا نے فوزیہ وہاب کا بیان نشر کیا۔ علماے دین، ماہرینِ قانون، سیاستدانوں اور دانشوروں کی طرف سے فوری احتجاج بھی سامنے آیا۔ میڈیا نے اس احمقانہ بیان کا اتنا مؤثر تعاقب کیا کہ شام ہوتے ہی فوزیہ وہاب نے پسپائی اختیار کرنے اور معذرت پیش کرنے میں ہی عافیت جانی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاملے میں اس نے قدرے عقل مندی سے کام لیا اور مزید تنقید سے وقتی طور پر نجات حاصل کرلی۔ فوزیہ وہاب نے وضاحت کی کہ وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہے اور اُس نے قرآنِ مجید پر آئین کو کبھی فوقیت نہیں دی۔ اُس نے اپنے بیان میں کہا کہ وہ حضرت عمرؓ کا بے حد احترام کرتی ہے۔ البتہ اُس نے اپنے وضاحتی بیان میں یہ بھی کہا کہ اُس کا بیان سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کیا گیا ہے۔

نجانے 'سیاق وسباق' سے موصوفہ کیا مراد لیتی ہیں؟!!

ہماری رائے میں اُس نے جو بات کی تھی، اُس کو میڈیا نے بالکل درست سیاق وسباق میں سمجھا اور پیش کیا۔ درحقیقت پریس کانفرنس کے دوران ایک صحافی نے صدرِ مملکت کے خلاف عدالتی کارروائی کے متعلق استثنا کو موضوع بناتے ہوئے سوال کیا کہ اگر حضرت عمرؓ کو عدالت میں بلایا جاسکتا ہے تو صدرِ پاکستان کو کیوں نہیں؟ اُس صحافی نے اپنے سوال کی تائید میں بیرسٹر اعتزاز احسن کے دلائل کا حوالہ بھی دیا جو اُنہوں نے سپریم کورٹ کے سامنے دیے تھے۔ بیرسٹر صاحب نے صدر پرویز مشرف کے خلاف دلائل دیتے ہوئے حضرت عمرؓ کی مثال دی تھی۔

بہرحال سیاق وسباق واضح ہے، البتہ اس پر مزید بات کی ضرورت شاید نہیں ہے۔

یہ موضوع شاید آنے والے دنوں میں بھی زیر بحث رہے۔ اس لیے کچھ مزید اُصولی باتیں

www.KitaboSunnat.com

اور حقائق اگر پیش کر دیے جائیں تو مناسب ہوگا۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ آئینِ پاکستان کے آرٹیکل ۲ کی رُو سے اسلام، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ریاستی مذہب ہے۔ آرٹیکل ۲۲۷ کے مطابق پاکستان میں کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جاسکتا جو قرآن وسنت سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ یہ آرٹیکل یہ بھی کہتا ہے کہ اگر موجودہ قوانین قرآن وسنت سے مطابقت نہیں رکھتے تو اُنہیں قرآن وسنت کے مطابق ڈھالا جائے گا اور مطابقت پیدا کی جائے گی۔ آرٹیکل ۴۱ کے مطابق صدر کے لیے مسلمان ہونے کی شرط ہے، پھر قراردادِ مقاصد جسے اب آئین کے قابلِ تنفیذ آرٹیکل (۲/اے) کا درجہ حاصل ہے، بے حد وضاحت سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان کرتی ہے۔ یہ سب باتیں معروف ہیں، البتہ آئین میں صدرِ پاکستان کے عہدے کے لیے جو حلف کی عبارت دی گئی ہے، اُس کا تذکرہ کم کم ہوتا ہے۔ اس عبارت میں جہاں حلف لینے والے صدر کو توحیدِ باری تعالیٰ اور قرآنِ مجید کو آخری الہامی کتاب اور حضرت محمد ﷺ کی ختمِ نبوت اور یومِ آخرت پر ایمان کا اقرار کرنا پڑتا ہے، وہاں قرآنِ مجید کے 'تمام تقاضوں اور تعلیمات' پر عمل پیرا ہونے کا بھی حلف اٹھانا پڑتا ہے۔ 'تمام تقاضے اور تعلیمات' کے اندر سب کچھ آجاتا ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ آئینِ پاکستان کی رُو سے بھی قرآن وسنت کو بالادستی حاصل ہے۔ اس تناظر میں فوزیہ وہاب کے مذکورہ بالا بیان کو دیکھا جائے تو وہ غیر منطقی، غیر عقلی اور حد درجہ قابلِ اعتراض اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے ناقابلِ قبول ہے۔

فوزیہ وہاب کا یہ بیان بھی لاعلمی کا آئینہ دار ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں آئین نہیں تھا۔ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے مدینہ کی ریاست کے قیام کے وقت ہی یہودیوں سے 'میثاقِ مدینہ' کی صورت میں معاہدہ فرمایا تھا۔ قرآن وسنت کے عظیم ضابطوں کو ہی خلافتِ راشدہ اور بعد کے اَدوار میں آئین کی حیثیت حاصل رہی، لہٰذا حضرت عمرؓ کو کسی الگ آئین کی ضرورت ہی نہ تھی۔ شریعتِ اسلامیہ میں حاکمیت، عدل و انصاف، انتظامیہ اور دیگر اداروں کے لیے ہمیشہ سے واضح ضابطے موجود ہیں۔

بادشاہوں کے 'خدا' ہونے اور خدا کا 'اوتار' یا 'ظلِ الٰہی' ہونے کا تصور بہت قدیم ہے۔ فراعنۂ مصر، روم و یونان کے 'شہنشاہوں' کے لیے یہ القابات استعمال ہوئے تھے۔ پندرھویں

www.KitaboSunnat.com

اور سولھویں صدی میں جب چرچ اور بادشاہ کے درمیان اختیارات اور قانونی برتری کے حصول کی کشمکش عروج پر تھی، یورپ کے سیاسی فلاسفہ نے بادشاہوں کے لیے 'خدائی حقوق' کے نظریے کا پرچار کیا تھا۔ اس نظریے کے مطابق بادشاہ سے غلطی یا جرم کا صدور نہیں ہوسکتا، اِس لیے اس کے خلاف کوئی عدالتی کاروائی بھی نہیں ہوسکتی۔ اُسی زمانے میں برطانیہ میں بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان کشمکش بھی برپا تھی جو بالآخر ۱۶۶۸ء کے 'سنہری انقلاب' پر منتج ہوئی جب انگریزوں نے ہمیشہ کے لئے تسلیم کرلیا کہ پارلیمنٹ کو قانون سازی میں بالادستی حاصل ہے۔

برطانیہ میں جمہوریت کا ارتقا ایک خاص نکتے پر آکر ٹھہر گیا۔ برطانوی قوم کی مخصوص نفسیات کی وجہ سے بادشاہت کا ادارہ قائم رکھا گیا۔ بادشاہ سے باقی سب اختیارات چھین لیے گئے، البتہ اُس کا یہ استحقاق باقی رکھا گیا کہ اُس کے خلاف کوئی قانونی یا عدالتی کاروائی نہیں ہوسکتی۔ بظاہر یہ جمہوریت کے تصورِ مساوات کے منافی ہے!!

مسلمانوں کی تاریخ کے دورِ ملوکیت میں خلیفۃ المسلمین یا سلطان کے لیے 'ظل اللہ فی الارض' کا تصور موجود رہا ہے۔ اب بھی بعض قدیم خطبات میں یہ روایتی الفاظ ملتے ہیں۔ مگر کسی بھی دور میں مسلمانوں کے بادشاہوں نے اپنے آپ کو شریعت سے بالاتر سمجھا، نہ عدالتوں کے سامنے پیش ہونے کے لیے کسی استثنا کا سہارا تلاش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ خلفاے راشدین کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید، سپین میں عبدالرحمٰن سوم، برصغیر میں علاؤالدین خلجی، التتمش اور اورنگ زیب عالمگیر جیسے مقتدر بادشاہ بھی قاضی کی عدالتوں میں پیش ہوتے رہے۔ (اس موضوع پر دسمبر ۲۰۰۹ء کے 'محدث' میں ایسے متعدد تاریخی واقعات اور شرعی اَحکام جمع کردیے گئے ہیں)

۱۹۷۳ء میں جب پاکستان کا آئین بنایا گیا تو اس میں آرٹیکل ۲۴۸/اے بھی شامل کیا گیا جو صدر کو فوجداری مقدمات میں استثنا عطا کرتا ہے۔ گمان یہی ہے کہ اس معاملے میں بعض جدید ریاستوں کی دستوری روایات کو برقرار رکھا گیا۔ ۱۹۷۳ء کی قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا غلام غوث ہزاروی اور جماعتِ اسلامی کے اراکین بھی شامل تھے۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ان کی موجودگی میں آئینِ پاکستان کے اس آرٹیکل پر

www.KitaboSunnat.com

کیونکر رضامندی اور اتفاقِ رائے ہوگیا، جبکہ اس سے قبل علما کے ۲۲ نکات میں صدر کو یہ استثنا دینے کی ممانعت موجود تھی۔ البتہ جب جنرل ضیاء الحق برسرِ اقتدار آئے تو اس آرٹیکل کے متعلق رائے زنی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی سفارش کی کہ اس میں مناسب ترمیم کی جائے۔ ۱۹۸۵ء میں جب آئین بحال ہوا اور آٹھویں ترمیم پیش کی گئی تو آرٹیکل ۲۴۸ کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا۔ غالباً جنرل ضیاء الحق بطور صدرِ مملکت، اس کے برقرار رہنے میں زیادہ عافیت محسوس کرتے تھے۔ آج بھی ہمارے جمہوری دانشور اس بات پر بہت کم غور کرتے ہیں کہ آرٹیکل ۲۴۸ میں صدر کی ذات کو جو استثنا حاصل ہے، اس کا حقیقی فائدہ دراصل ماضی کے فوجی آمروں کو ہی حاصل ہوا جو صدرِ مملکت کے عہدے پر فائز تھے۔

جنرل ضیاء الحق اور جنرل مشرف نے بطورِ صدر بہت سے اقدامات اِسی استثنا کی وجہ سے اُٹھائے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ جنرل مشرف نے جامعہ حفصہ کی معصوم طالبات کا قتلِ عام اور نواب اکبر بگٹی کا قتل جس بے خوفی سے کیا، اُس کے ذہن میں اِس استثنا کا تصور ضرور کام کر رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان واقعات کی بنیاد پر اس کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کی اجازت نہ دی گئی۔ اگر سیکولر دستوری روایات کو ہی بنیاد بنایا جائے تو پارلیمانی جمہوری نظام میں اس طرح کے استثنا کا مستحق ترجیحاً وزیراعظم کو ہونا چاہیے۔ کیونکہ صدرِ مملکت کے ریاستی سربراہ ہونے کی حیثیت محض ایک خیالی پیکر سے زیادہ کچھ نہیں۔

جناب ایس ایم ظفر نے ایک ٹی وی شو میں ارشاد فرمایا کہ دورِ حاضر کی ریاستوں کے دساتیر میں بھی آرٹیکل ۲۴۸ جیسی دفعات شامل ہیں۔ ایس ایم ظفر قابلِ احترام ماہر قانون ہیں، لیکن ہمارا خیال ہے کہ ان کی یہ رائے قیاس مع الفارق کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ دیگر ریاستوں کے آئین سیکولر نوعیت کے ہیں اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے مطابق اسلام کو ریاستی مذہب کا درجہ حاصل ہے اور یہاں قرآن وسنت کی حیثیت برتر ہے۔ آئین کے متعلق تشریح کا حق سپریم کورٹ کو حاصل ہے، لہٰذا وہی اس دستوری ابہام کو واضح تشریح کے ذریعے دور کرسکتی ہے، اس معاملے میں انفرادی آرا بہرحال حتمی اور قطعی نہیں ہیں۔

یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ سیکولر دساتیر میں بھی سربراہِ ریاست کو اس طرح کوئی

www.KitaboSunnat.com

استثنا اگر دیا بھی گیا ہے، تو وہاں کے عوام بھی اپنے بادشاہ یا صدر سے بھی مثالی کردار کی توقع رکھتے ہیں۔ وہ اُنھیں اس طرح کی چھوٹ یا آزادی دینے کو بھی تیار نہیں ہیں جو ایک عام شہری کو حاصل ہے۔ ماضی قریب میں امریکا کے صدر رچرڈ نکسن کو واٹر گیٹ سکینڈل کا سامنا کرنے کی وجہ سے صدارت سے الگ ہونا پڑا۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ اُنھوں نے اپنے سیاسی مخالفین کے فون ٹیپ کرنے کی اجازت دی تھی۔ صدر بل کلنٹن کو مونیکا لیونسکی کیس میں انکوائری کمیشن کے سامنے وضاحت پیش کرنا پڑی۔ ان کا جرم یہ تھا کہ اُنھوں نے اپنی خاتون سٹاف افسر سے عشق بازی کی تھی اور پھر عوام کے سامنے جھوٹ بولا تھا۔

برطانوی عوام کے خیال میں صدر مملکت سے کسی جرم کا صدور محال ہے۔ فرض کیجیے اگر ملک کے خلاف بہت بڑی اخلاقی یا مالی کرپشن کا کوئی الزام سامنے آتا ہے تو برطانوی عوام اُس کی معزولی کی تحریک چلائیں گے۔ برطانوی بادشاہ چارلس اوّل کو اس بنا پر پھانسی کی سزا دی گئی کہ اُس نے پارلیمنٹ کو معزول کیا تھا۔ یہ ۱۶۴۸ء کا واقعہ ہے۔ اسی لیے ہمارے دانشور جو سربراہِ ریاست کو استثنا دینے کے حامی ہیں، اُنہیں مغرب کے 'ترقی یافتہ' جمہوری معاشروں کی ان روایات کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

خریدارانِ محدث توجہ فرمائیں

خریدارانِ محدث کو مدتِ خریداری ختم ہونے کی اِطلاع بذریعہ پوسٹ کارڈ دی جاتی تھی اَب قارئین کی آسانی کے لیے محدث کے لفافہ پر چسپاں ایڈریس میں بھی زرِ سالانہ ختم ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے۔ لہٰذا جن حضرات کو مارچ ۲۰۱۰ء اور جون ۲۰۱۰ء سے مدتِ خریداری ختم ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔ از راہِ کرم اوّلین فرصت میں زرِ تعاون بھیج کر تجدید کروائیں۔ **شکریہ**

منجانب: محمد اصغر، مینیجر ماہنامہ 'محدث'، لاہور، فون: 0305-4600861

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلموں پر شرعی قوانین کا نفاذ

ہمارے ہاں کے بعض تجدد پسند لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست کے شرعی قوانین کا نفاذ مسلمانوں پر تو ہوسکتا ہے مگر غیر مسلم شہریوں پر نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ لوگ اس حقیقت کو فراموش کردیتے ہیں کہ شرعی قوانین دراصل اسلامی ریاست کا وہ ملکی قانون (Law of the Land) ہوتا ہے جسے وہ بلا امتیاز اپنے ہاں کے تمام باشندوں پر نافذ کرنے کا حق رکھتی ہے۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ ایک طرف تو اس عالمگیر سیاسی اُصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا کی ہر آزاد اور خودمختار ریاست اپنا ملکی قانون (Public Law) اپنے تمام شہریوں پر نافذ کرسکتی ہے مگر دوسری طرف ان لوگوں کے تعصب اور ہٹ دھرمی کا حال یہ ہے کہ یہ لوگ اسلامی ریاست کو اُس کا یہ بنیادی حق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ بھی اپنے شہریوں پر اپنا ملکی قانون نافذ کرسکے۔

درحقیقت یہ ان مغرب زدہ دانشوروں کے علم ونظر کا افلاس ہے کہ وہ اسلام کو بھی دنیا کے دوسرے مذاہب کی طرح کا ایک مذہب سمجھتے ہیں۔ اسے بھی فرد کا ذاتی معاملہ (Private Matter) قرار دیتے ہیں۔ پھر کبھی اسے ملکی سیاست اور اِجتماعی زندگی سے بے دخل کردیتے ہیں اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کسی مذہب کو اس کے نہ ماننے والوں پر زبردستی ٹھونسا جائے؟

اہل علم جانتے ہیں کہ اسلام دوسرے مذاہب کی طرح کا ایک مذہب نہیں ہے، بلکہ وہ ایک ایسا دین ہے جو انسان کی اِنفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں پر حاوی ہے۔ جس میں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہیں، جس میں دین اور سیاست الگ الگ نہیں۔ جو ایک مکمل ضابطۂ حیات

www.KitaboSunnat.com

(A Complete Code of Life) ہے، جو اسلامی ریاست کا دستورِ مملکت ہے اور جو دنیاوی واُخروی زندگی کی فلاح کا ضامن ہے۔

فقہاے اسلام کے نزدیک اسلامی ریاست کا ملکی قانون (Public Law) وہاں کے تمام مسلم اور غیر مسلم شہریوں پر نافذ ہوتا ہے۔ البتہ غیر مسلموں کو اُن کے شخصی قانون پر عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا شرعی قانون ہے اور یہ اسلامی ریاست کا ملکی قانون ہے جس میں اگر کوئی مسلمان چوری کرے گا تو اس پر بھی یہ حد نافذ ہوگی اور اگر کوئی غیر مسلم چوری کا ارتکاب کرے گا تو وہ بھی یہی سزا پائے گا:

① امام ماوردیؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب الأحكام السلطانية میں چوری کی حد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ويستوى في قطع السرقة الرجل والمرأة والحر والعبد والمسلم والكافر" (ص۲۸۴)

''چوری کے جرم پر ہاتھ کاٹنے کی سزا ہر مجرم کو دی جائے گی خواہ وہ مجرم مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام اور مسلمان ہو یا کافر۔''

② تفسیر قرطبی میں ہے کہ

"ولا قطع على صبي ولا مجنون، ويجب على الذمي والمعاهد" (۱۶۸/۳)

''چوری کے جرم پر بچے اور پاگل کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اور ذمی اور معاہد (غیر مسلموں) کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔''

③ امام ابن قدامہ حنبلیؒ اپنی مشہور کتاب المغني میں لکھتے ہیں کہ

"ويُقطع المسلم بسرقة مال المسلم والذمي، ويُقطع الذمي بسرقة مالهما، وبه قال الشافعي، وأصحاب الرأي ولا نعلم فيه مخالفًا" (۴۵۱/۱۲)

''کوئی مسلمان جب کسی مسلمان یا ذمی کا مال چوری کرے گا تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور کوئی ذمی جب کسی مسلمان یا ذمی کا مال چوری کرے گا تو اُس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا۔ امام شافعیؒ اور دوسرے اصحابِ رائے کا یہی قول ہے اور اس بارے میں کسی کا اختلاف ہمارے علم میں

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔''

④ بداية المجتهد میں علامہ ابن رُشد نے چوری کی حد کے بارے میں ائمہ اَربعہ کی متفقہ رائے یہ لکھی ہے کہ کافر پر بھی اس کا اطلاق ہوگا لکھتے ہیں:

''اتفقوا على أن مِن شرطِه أن يكون مكلفًا، وسواءً كان حرًّا أو عبدًا، ذكرًا أو أنثىٰ، مسلمًا أو ذميًا'' (۲/۴۷۰)

''اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص پر چوری کی حد جاری کی جائے، اُس کا مکلّف (عاقل بالغ) ہونا ضروری شرط ہے، چاہے وہ شخص آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت اور مسلمان ہو یا ذمی کافر۔''

⑤ موسوعة الاجماع في الفقه الاسلامي میں یہ اجماعی حکم لکھا ہے کہ

''إن إجماع المسلمين على أن المسلم تقطع يده إذا سرق مالاً لمسلم، أو لغيرمسلم، وعلى أن غير المسلم يقطع بسرقة مال المسلم ومال غيرالمسلم'' (۱/۳۴۲)

''اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ایسے مسلمان شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا جو کسی دوسرے مسلمان یا غیر مسلم کا مال چوری کرے۔ اسی طرح ایسے غیر مسلم شخص کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا جو کسی مسلمان یا غیر مسلم کا مال چوری کرے۔''

◉ مولانا امین احسنؒ اصلاحی بھی ذمیوں سمیت تمام شہریوں پر اسلامی ریاست کے شرعی قوانین کی تنفیذ کو درست سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''اسلامی حکومت میں ملکی قانون (Law of Land) اسلامی قانون ہی ہوگا اور ظاہر بات ہے کہ اگر ایسا نہیں ہوگا تو ریاست کے اِسلامی ہونے کے سرے سے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ مگر، جیسا کہ اُوپر واضح کیا جاچکا ہے ریاست یا اس کا قانون غیر مسلموں کے مذہب، تہذیب اور تمدن اور پرسنل لا میں دخیل نہیں ہوں گے۔'' (اسلامی ریاست از مولانا اصلاحی: ص۲۱۹)

◉ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بھی ایک اسلامی ریاست میں ذمیوں پر اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ کو ضروری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''تعزیرات کا قانون ذمی اور مسلمانوں کے لیے یکساں ہے اور اس میں دونوں کا درجہ مساوی ہے۔ جرائم کی جو سزا مسلمان کو دی جائے گی، وہی ذمی کو دی جائے گی۔ ذمی کا مال مسلمان چرا لے یا مسلمان کا مال ذمی چرا لے، دونوں صورتوں میں سارِق کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔''

www.KitaboSunnat.com

(اِسلامی ریاست از مولانا مودودیؒ: ص ۶۰۶)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس بات پر اجماعِ اُمت ہے کہ اسلامی ریاست میں چوری کی حد جہاں مسلمانوں پر نافذ ہوگی وہاں غیر مسلم شہریوں پر بھی نافذ ہوگی اور اس بارے میں اہل اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

آج مسلم ریاستوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو اُن کے شخصی قوانین پر عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے، جبکہ مغرب کی نام نہاد متمدن ریاستیں وہاں کی مسلم اقلیت کو اُس کے شخصی قانون پر عمل کرنے کا حق دینے کے لیے قطعاً آمادہ نہیں۔ افسوس! اس صریح ظلم پر تو ہمارے ہاں کے دانش فروشوں کا دل کبھی نہیں پسیجتا مگر جب کوئی اسلامی ریاست غیر مسلم اقلیت پر اپنا ملکی شرعی قانون نافذ کرنے لگتی ہے تو ہمارے اُن اسلام دوستوں کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنا شروع ہوجاتا ہے۔

دین ودُنیا کی اعلیٰ تعلیم وتربیت کی مثالی درسگاہ جامعة لاهور الاسلامية (رحمانیہ)

داخلہ جاری

میٹرک پاس یا میٹرک اِمتحان سے فارغ طلبہ فوری رابطہ کریں!

مدینہ یونیورسٹی میں متوقع داخلہ ❁ ممتاز طلبا کو ہر ماہ ۵۰۰ وظیفہ ❁ ہر شعبہ میں عمرہ کے 4 انعام
◉ اعلیٰ معیارِ تعلیم ◉ عربی گرامر اور تجوید پر خصوصی توجہ ◉ فاضل مدینہ یونیورسٹی و تجربہ کار اَساتذہ

وسیع اور جدید نظامات سے مزین دو عمارتوں میں جملہ سہولیات سے آراستہ

❁ مڈل تا ایم اے لازمی جدید تعلیم ❁ بہترین کمپیوٹر لیب میں کمپیوٹر ٹریننگ
❁ کلاس رومز اور ڈائننگ ہال کرسی میز پر ❁ بہترین قیام وطعام ❁ مفت علاج

اعزازات: 4 طلبہ کا داخلہ مدینہ یونیورسٹی ◉ وفاق المدارس میں سب سے زیادہ 4 پوزیشنیں ◉ پنجاب یونیورسٹی اور اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد میں Ph.D کی پہلی پوزیشنیں ◉ بین الجامعاتی تقریری تحریری و حفظ قرآن وحدیث مقابلوں میں ممتاز پوزیشنیں ◉ طلبہ جامعہ کا مثالی مجلّہ 'رشد' اور جامعہ میں وسیع لائبریری

مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی: ۹۱ بابر بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، فون: 0301-4415977

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر کریسی موریسن☆

وجودِ باری تعالیٰ؛ سائنس کی نظر میں

اللہ کی معرفت

ہمارا دور ابھی تک زمانۂ سائنس کی جمع کا دور ہے اور جوں جوں اُجالا بڑھتا جارہا ہے توں توں ایک ذہین خالق کے دستِ قدرت کی نیرنگیوں کا زیادہ سے زیادہ انکشاف ہوتا جارہا ہے۔ ڈارون سے ۹۰ برس بعد ہم حیرت انگیز انکشافات کرچکے ہیں۔ سائنس کی عاجزانہ اسپرٹ اور علم کی چکی میں پسے ہوئے ایمان کے ساتھ ہم اللہ کی معرفت کے مقام کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو اللہ پر میرے ایمان کی بنیاد سات باتوں پر ہے:

❶ غیر متزلزل قوانین

ریاضی کے 'قانونِ غیر متزلزل' کے ذریعے ہم ثابت کرسکتے ہیں کہ ہماری اس کائنات کے مدبر ومعمار اعلیٰ پائے کے ایک انجینئر کی ذہانت رکھنے والی ہستی ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ دس پیسوں کو ایک سے دس تک کے نشانات لگا کر جیب میں ڈال لیتے ہیں اور اُن کو خوب ہلا جلا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اب اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ ان پیسوں کو نشانات کی ترتیب کے مطابق جیب سے نکالیے اور پھر واپس ڈالتے جائیے اور ہر مرتبہ جیب میں ان کو ہلا جلا دیجئے تو ریاضی کی رُو سے ہمیں معلوم ہے کہ آپ کا پہلی مرتبہ صحیح نشان والے سکے کو نکال لینے کا امکان ۱/۱۰ ہے۔ پھر بالترتیب پہلے اور دوسرے نشانات والے پیسوں کے صحیح نکال لینے کا امکان ۱/۱۰۰ ہے۔ پہلے دوسرے اور تیسرے نشانات والے پیسوں کو بالترتیب صحیح نکال لینے کا امکان ۱/۱۰۰۰ اور اسی طرح بڑھاتے چلے جائیے۔ یہاں تک کہ پہلے سے لے کر دسویں نمبر تک کے پیسوں کو

☆ پروفیسر کلیة الدراسات الإسلامیة، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

www.KitaboSunnat.com

اسی ترتیب کے ساتھ صحیح نکال لینے کا امکان ایک ناقابل یقین حد تک پہنچا ہوا حصہ یعنی ۱/۱۰،۰۰،۰۰،۰۰،۰۰۰ ہوگا۔

اس دلیل کے مطابق زمین پر زندگی بسر کرنے کے واسطے بہت سی لازمی شرائط کا ہونا ضروری ہے اوران کا مناسب حد تک موجود ہونا کسی اتفاقی امر پر موقوف نہیں:

◉ زمین اپنے محور کے گرد ۱۰۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کررہی ہے۔ اگر یہ رفتار ۱۰۰ میل فی گھنٹہ رہ جائے تو ہمارے دن رات کی لمبائی آج کی نسبت سے ۱۰ گنا بڑھ جائے اورسورج کی گرمی اس طویل دن کے اندر سبزیوں اور دیگر نباتات کو جھلسا کر رکھ دے۔ اُدھر لمبی لمبی راتوں میں نئی نئی کونپلیں یخ بستہ ہوکر رہ جائیں۔

◉ زمین کا ترچھا پن جسے ہم ۲۳ درجے کا زاویہ کہتے ہیں ہمارے موسموں کا باعث بنتا ہے۔ اگر اس کے اندر یہ ٹیڑھ نہ ہوتی تو سمندر کے بخارات شمال جنوب کی طرف چلے جاتے ہمارے لیے کئی برفانی براعظم تیار کرتے چلے جاتے۔

◉ اگر ہمارا چاند فرض کیجئے کہ اپنے حقیقی فاصلے کے بجائے زمین سے ۵۰ ہزار میل دور ہوتا تو سمندر کی لہریں اتنی زیادہ ہوتیں کہ ہمارے تمام براعظم دن میں دومرتبہ زیرآب آجایا کرتے۔ یہاں تک کہ پہاڑ بھی آہستہ آہستہ کٹ کٹ کر ریزہ ریزہ ہوجاتے۔

◉ اگر سطح زمین اپنی موجودہ موٹائی سے صرف ۱۰ فٹ اور زیادہ موٹی ہوتی تو آکسیجن پیدا ہی نہ ہوسکتی جس کے بغیر حیوانی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا۔

◉ اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو کاربن ڈائی آکسائڈ اور آکسیجن جذب ہوکر رہ جاتیں اور نباتات کا وجود باقی نہ رہتا۔ یا

◉ اگر ہماری فضا لطیف تر ہوتی تو لاکھوں ٹوٹنے والے ستارے جو روزانہ خلا میں جل کر رہ جاتے ہیں، زمین کے ہر حصے سے ٹکراتے اور ہر جگہ آگ لگا دیتے۔ ان وجوہ سے اوران جیسی کئی اور مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک کے کروڑویں حصے میں بھی اس امر کا امکان نہیں پایا جاتا کہ ہمارا سیارہ (زمین) محض ایک اتفاقی حادثہ کا نتیجہ ہے۔

www.KitaboSunnat.com

❷ زندگی کیا ہے؟

حصولِ مقصد کے لیے زندگی کا پُر اَز وسائل ہونا ایک عقلِ کل کی شہادت دیتا ہے۔ زندگی بجائے خود ہے کیا؟ کسی نے اس بات کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا۔ زندگی نہ تو وزن رکھتی ہے نہ جسامت، البتہ یہ قوت رکھتی ہے۔ ایک اُبھرتی ہوئی جڑ چٹان میں شگاف کر دیتی ہے۔ زندگی نے پانی، زمین اور ہوا کو مسخر کرلیا ہے۔ عناصر پر قابو پا کر اُنہیں پگھلنے اور اختلاط کی باہمی اصلاح پر مجبور کر دیا ہے۔ اب ذرا چمک دار، بیلی نما، ہلنے والے پروٹو پلازم قطرے کو ملاحظہ کیجئے جو سورج سے قوت حاصل کرتا ہے اور جو تقریباً ناقابل دید ہوتا ہے۔ یہ ایک ننھی سی واحد اور ایک ذرا سی چمکدار یا دھندیالی بوند اپنے اندر زندگی کا ایک جرثومہ رکھتی ہے اور چھوٹی بڑی ہر جاندار شے تک زندگی کو پہنچا دینے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔ اس ننھی سی بوند کی طاقتیں ہمارے نباتات، جانوروں اور انسانوں کی طاقتوں سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ تمام زندگی اسی کی طرف سے آتی ہے۔ قدرت سے از خود زندگی پیدا نہیں ہوگئی۔ آگ سے جھلسی ہوئی چٹانیں اور بے نمک سمندر اِن پیچیدہ ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔ پھر وہ کون ہے جو اِنہیں یہاں لے آیا ہے؟

❸ پُراسرار ترکیبیں

عقل حیوانی بلا شبہ ایک بہترین خالق کی شہادت دیتی ہے جس نے اس بے سہارا مخلوق کی ذات کے اندر یہ مادہ ودیعت کیا ہے۔

◉ سالمن نامی چھوٹی سی مچھلی کئی سال سمندر میں بسر کرنے کے بعد اپنے دریاؤں میں واپس آتی ہے اور دریا کی اُسی جانب کو سفر کرتی ہے جہاں وہ نالہ آ کر گرتا ہے جس میں برسوں قبل اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ کون ہے جو اُسے ٹھیک اسی مقام پر واپس لاتا ہے؟ اگر آپ اسے کسی دوسرے نالے میں منتقل کر دیں تو اُسے فوراً پتہ چل جائے گا کہ وہ اپنے راستے سے دور جا پڑی ہے اور وہ واپس دریا کی طرف جا کر پھر اپنا راستہ تلاش کرنے کے لیے جدوجہد کرے گی اور از سرِ نو بہاؤ کے خلاف تیر کر اپنی قسمت کو بہترین انجام تک پہنچائے گی۔

◉ اسی طرح اِیل (Eel) نامی مچھلی کے راز کو سمجھنا اور بھی مشکل ہے۔ یہ حیرت ناک

www.KitaboSunnat.com

مخلوق بلوغت کی عمر کو پہنچتے ہی ہر جوہڑ، تالاب اور دریا وغیرہ ہر جگہ سے یورپ کے ہزار ہا میل کے سمندر کا سفر طے کر کے برمودہ کے قریب اتھاہ سمندری گہرائیوں میں پہنچ جاتی ہے۔ وہاں یہ کھاتی پیتی اور مرجاتی ہے۔ اس کے بچے جن کے پاس بظاہر کسی بات کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ وہ پانی کی بے پناہ وسعتوں میں ہیں، اس کے باوجود واپس چل پڑتے ہیں اور نہ صرف اسی ساحل کا راستہ اختیار کرتے ہیں جہاں سے ان کے والدین آئے تھے بلکہ وہاں سے وہ ان آبائی دریاؤں، جھیلوں اور چھوٹے چھوٹے جوہڑوں میں پہنچ جاتے ہیں اور یوں پانی کا ہر خطہ ہمیشہ ایل مچھلی سے بھرا رہتا ہے۔

◉ ایک بھِڑ ایک پتنگے کو بے بس کر لیتی ہے۔ پھر زمین میں ایک سوسوراخ کھودتی ہے۔ پھر پتنگے کو ٹھیک ایسی جگہ پر ڈنک مارتی ہے تاکہ وہ مرنہ جائے بلکہ صرف بے ہوش ہو اور محفوظ گوشت کی صورت میں زندہ رہے۔ پھر بھِڑ سلیقے کے ساتھ انڈے دیتی ہے تاکہ اس کے بچے جب انڈوں سے نکل آئیں تو پتنگے کو مارے بغیر اسے کھاسکیں۔ کیونکہ ان کے واسطے مرے ہوئے پتنگے کا گوشت مہلک ہوتا ہے۔ پھر ماں وہاں سے اُڑ جاتی ہے اور باہر جا کر مرجاتی ہے اور واپس آ کر کبھی اپنے بچوں کو نہیں دیکھتی۔ یہ پُراسرار ترکیبیں سیکھنے سکھانے سے نہیں آتیں بلکہ یہ فطرت میں سمودی جاتی ہیں، جس فطرت کو کسی عظیم الشان خالق نے تخلیق کیا ہے۔

۴ روشنی کی کرن

انسان کو عقل حیوانی سے بڑھ کر قوتِ استدلال بھی عطا ہوئی ہے۔ کسی دوسرے حیوان نے اپنی قابلیت کا کبھی اتنا ریکارڈ بھی نہیں چھوڑا ہے کہ وہ دس تک گن سکا ہو یا دس کے معنی ہی جانتا ہو، لیکن اس کے مقابلہ میں انسانی دماغ کی استعداد حیران کن ہے۔ اس چوتھے نکتے کی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ انسانی استدلال کی بدولت ہم اس بات کے امکان کو جان سکتے ہیں کہ ہم وہی کچھ ہیں جو کچھ کہ ہم ہیں، کیونکہ ہمیں اس عقل سے ہی تو روشنی کی ہر کرن حاصل ہوئی ہے۔

۵ جینز کی حکمرانی

تمام جانداروں کے وجود کے انتظار کا انکشاف ایک فطری اُصول کے ذریعے ہوا ہے۔ جیسے ڈارون نہیں جانتا تھا، لیکن جسے آج ہم جانتے ہیں مثلاً جینز (Genes) کی حیرت

www.KitaboSunnat.com

ناکیاں۔ یہ چیز اتنی ننھی سی مخلوق ہے کہ اگر دنیا کے تمام ذی حیات انسانوں کے جینز کو ایک جگہ جمع کرلیا جائے تو وہ سب زیادہ سے زیادہ درزی کی انگشتری میں سما جائیں گے۔ تاہم یہ صرف خوردبین سے نظر آنے والی مخلوق اور ان کے ساتھی کروموسومز (Chromosomes) ہر زندہ جسم میں وجود رکھتے ہیں اور تمام انسانی، حیوانی اور نباتاتی مخلوق کی اَصل ہیں۔ یہ جینز ان تمام مختلف آباؤ اجداد کی وراثت کو کیونکر محفوظ کر لیتے ہیں اور ہر ایک کی تفصیلات کو اتنی بے حقیقت جگہ میں کیسے سمو لیتے ہیں؟ حقیقتاً ارتقا یہیں سے شروع ہوتا ہے؛ جسم کے اس خانہ کے اندر سے جو جینز کو لیے ہوئے چلتا ہے۔ لاکھوں ایٹم خوردبینی جینز کی صورت میں بند ہوکر قطعی طور پر کرۂ ارض کی پوری زندگی پر کیسے حکمرانی کرتے ہیں؟ یہ ایک مثال ہے۔ اکمل ترین ہوشیاری کی اور ایک ایسا نظام ہے کہ جو فقط ایک خالق ذہن ہی کرسکتا ہے۔ یہاں دوسرا کوئی قیاس کام نہیں دے سکتا۔

❻ جسمانی تحدید و بندش

قدرت کی کفایت شعاری سے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ صرف ایک لامحدود عقل ہی اس کی پیش بینی کرسکتی ہے اور ایسی تیز فہمی کے ساتھ کفایت شعاری سے کام لے سکتی ہے۔ کئی سال پہلے کی بات ہے کہ آسٹریلیا میں تھوہر کا ایک پودا لگایا گیا۔ چونکہ آسٹریلیا میں اس کے دشمن کیڑے موجود نہیں تھے، اس لیے وہ وہاں پر جلد ہی غیر معمولی طور پر بڑھنے لگا۔ اس کی چونکا دینے والی کثرت نے یہاں تک طول کھینچا کہ اس پودے نے انگلستان جتنا لمبا چوڑا رقبہ گھیر لیا اور یہاں کے باشندے شہروں اور دیہاتوں سے نکلنے پر مجبور ہوگئے۔ ان کے کھیت برباد ہوگئے۔ یہاں تک کہ کیڑوں مکوڑوں کے ماہرین دنیا میں اس کا علاج دریافت کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ بالآخر اُنہوں نے ایک کیڑا پا ہی لیا کہ جس کی زندگی کا انحصار فقط تھوہر کے کھانے پر ہے اور وہ دوسری کوئی چیز نہیں کھاتا۔ وہ آسٹریلیا میں آزادی کے ساتھ تھوہر کھا سکتا تھا جہاں اس کا کوئی دشمن بھی نہیں تھا۔ پس حیوان نے نباتات پر فتح پائی اور آج تھوہر کی بیماری کو ختم کردیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کیڑے کو بھی صرف اس کی تھوڑی سی تعداد کو رکھ لیا گیا ہے تاکہ وہ ہمیشہ کے لیے تھوہر کو قابو میں رکھ سکے۔ اس قسم کی روک اور توازن کے

www.KitaboSunnat.com

انتظامات عالمی اور آفاقی درجے میں کیے گئے ہیں۔

جلد جلد پیدا ہونے والے کیڑے مکوڑے روئے زمین کو بھر کیوں نہیں دیتے؟ اس لیے کہ ان کے پھیپھڑے نہیں ہوتے جیسے کہ آدمی کے ہوتے ہیں۔ وہ نالیوں کے ذریعے سانس لیتے ہیں۔ لیکن جب کیڑے بڑے ہوجاتے ہیں تو ان کی نالیاں ان کی جسامت کے مطابق نہیں بڑھتیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی کیڑا بڑے قد کا نہیں ہوتا۔ نشوونما کی اس تحدید نے اِنہیں محدود کررکھا ہے۔ اگر جسمانی تحدید و بندش کا یہ انتظام نہ ہوتا تو انسان ہرگز زندہ نہ رہ سکتا۔

عظیم آسمانی سچائی

یہ حقیقت کہ اللہ کا تصور انسان کے قیاس میں آسکتا ہے؛ بجائے خود ایک بے نظیر ثبوت ہے۔ خدا کا تصور انسان کی ایک روحانی قوتِ ذہنی میں سے اُبھرتا ہے: وہ قوت جسے ہم قیاس کہتے ہیں۔ اس کی طاقت سے انسان اور صرف انسان ہی اَن دیکھی اشیا کا ثبوت پاسکتا ہے۔ یہ طاقت جس راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے، وہ لامحدود ہے۔ بلا شبہ انسان کا تکمیل یافتہ تصور ایک روحانی حقیقت بن جاتا ہے۔ پھر وہ اس تدبیر اور مقصد کے حق میں تمام شہادتوں کو شناخت کرسکتا ہے اور ہر جگہ اور ہر شے میں اس عظیم آسمانی سچائی کو دیکھ سکتا ہے اور یہ کہ اللہ ہر جگہ ہے اور ہر شے میں اس کی کارہ گری جھلکتی ہے۔ لیکن کہیں بھی وہ ہم سے اتنا قریب نہیں ہے جتنا اس کا تصور ہمارے دل میں پائے جانے سے ہے۔

جامعة لاهور الإسلامية کے علمی مجلّے ماہنامہ 'رشد' لاہور کی
'علم القراءات' پر تین خصوصی اشاعتیں
اُردو زبان میں قراءات کا انسائیکلوپیڈیا ◉ مجموعی صفحات: ۳ ہزار تقریباً
تمام مکاتبِ فکر کے فتاویٰ ◉ شخصیات و تاریخ قراءات ◉ شجرہ ہائے قراءات
قراءات پر مستشرقین اور منکرین کے اعتراضات اور ان کے شافی جوابات
نامور قراء کے انٹرویوز ◉ دنیا بھر مطبوعہ مصاحفِ قراءات کی عکسی نقول
پتہ برائے خریداری: 99 جے ماڈل ٹاؤن، لاہور فون 5839404, 5866476

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور مغرب

محمد عمران صدیقی ☆

پیمانۂ فوز وفلاح..... ترقی یا نجات؟

ترقی! ترقی! ترقی!..... ہر فرد کی کوشش کا محور یہی ہے۔ ہر معاشرہ ترقی کی منزلیں طے کرنا چاہتا ہے۔ ہر حکومت اسی میں ملک وقوم کی کامیابی تصور کرتی ہے۔ انسانی حیات کی ہر تین سطحوں پر یعنی فرد، معاشرے اور حکومت کی کامیابی کا تصور..... ترقی..... کے ساتھ جڑا ہے۔ کامیاب فرد وہی ہے جو مسلسل ترقی کر رہا ہو، کامیاب معاشرہ وہی ہے جو مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن ہو، کامیاب حکومت ومملکت وہی ہے جو ترقی پذیر سے ترقی یافتہ اور ترقی یافتہ سے آگے مزید ترقی کی طرف سفر کر رہی ہو.....!

کامیابی کا پیمانہ 'ترقی' ہے تو 'ترقی' کا پیمانہ فی کس آمدنی Per capita Income یا پھر 'ترقی' کا پیمانہ 'تسخیر کائنات' ہے۔ جس معاشرے میں فی کس آمدنی جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر وہ 'ترقی یافتہ' کہلائے گا۔ مگر اس کے لئے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ فی کس آمدنی کا یہ معیار تسخیر کائنات یعنی سائنس وٹیکنالوجی اور سوشل سائنسز کے علوم کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو، نہ کہ قدرتی اور معدنی دولت کے ذریعے۔ اس لئے سعودی عرب یا کویت جتنے بھی مال دار ملک ہوں، فی کس آمدنی بھی اچھی ہو، لیکن ترقی یافتہ نہیں کہلائے جاسکتے۔

اپنی اس اصل میں ترقی شاید کوئی برائی محسوس نہ ہوتی ہو کہ فی کس آمدنی میں اضافہ یا سائنس وٹیکنالوجی میں اضافہ میں کیا برائی ہے؟ مگر ہم جس عنوان پر بات کرنا چاہتے ہیں وہ ہے: ترقی یا نجات؟ بطور مقصدِ حیات یعنی انسانی زندگی کا مقصود کیا ہے؟ انسان کی کامیابی کا معیار کیا ہے؟ فوز وفلاح کا پیمانہ اور میزان کیا ہے؟ فرد کی سطح پر ہو یا معاشرہ یا حکومت کی سطح پر، کون سا فرد کامیاب وکامران کہلائے گا؟ کون سا معاشرہ فوز وفلاح پائے گا اور کون سی

☆ صدر 'اسلامک سنٹر'، MDA چوک، ملتان

www.KitaboSunnat.com

حکومت اپنے ملک وقوم کی خیر خواہ مانی جائے گی۔ اس کا جواب آج کی جاہلیتِ جدیدہ 'ترقی' کے نام سے دیتی ہے اور اسلام 'نجات' کے نام سے۔

جاہلیتِ جدیدہ کے ہاں کوئی بھی فرد کامیاب و کامران اس وقت گنا جائے گا جب وہ ترقی کررہا ہو، اس کے سرمایے میں اضافہ ہورہا ہو اور وہ 'آزادی' اور 'مساوات' کی اَقدار میں آگے بڑھ رہا ہو۔ جبکہ اسلام کی نظر میں کوئی شخص اس وقت کامیاب و کامران گِنا جاتا ہے جب وہ دنیا میں ہدایت اور آخرت میں 'نجات' پانے والا بن جائے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (آل عمران:۱۸۵)

''کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتشِ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے۔''

نیز فرمایا:

﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾ (الکہف:۴۶)

''یہ مال اور یہ اولاد محض زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے ربّ کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں۔''

﴿اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ﴾ (الرعد:۲۶)

''یہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں متاعِ قلیل کے سوا کچھ بھی نہیں۔''

ہدایت اِس دنیا میں اللہ کے پیغمبرؐ کی تعلیمات (قرآن وحدیث) کی پیروی کا نام ہے اور نجات اُس دنیا (آخرت) میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے عذابِ جہنم سے بچ کر نعمتِ جنت میں جانے کا نام ہے۔ دینِ اسلام میں کوئی شخص 'ترقی' نہ کررہا ہو یعنی نہ تو اس کی دولت میں اضافہ ہورہا ہو اور نہ وہ دنیا کی تسخیر میں آگے بڑھ رہا ہو، یہ تو ممکن ہے کہ وہ دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جائے، لیکن اسلام اس کو ناکام ونامراد فرد کے طور پر نہیں لیتا۔ بلکہ ناکام ونامراد تو وہ بدنصیب ہے جو ہدایت نہ پاسکا، وحی کی نعمت کی پیروی سے محروم رہا، توحید کی مٹھاس نہ چکھ سکا، گمراہی و ظلمت کے اَندھیروں میں بھٹکتا رہا، وحی کے علم سے بے بہرہ اور اس کی پیروی سے اِعراض

www.KitaboSunnat.com

کرتا رہا۔شرک کا زہر گھونٹ گھونٹ بھرتا رہا، مرتا رہا اور نتیجتاً جنت سے محروم اور جہنم کا ایندھن بنا دیا گیا۔

﴿وَالْعَصْرِ ۝إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾(سورۃ العصر)

''زمانے کی قسم! انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لأَبَرَّهُ'' (صحیح مسلم:۲۶۲۲)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت لوگ پریشان حال، بال غبار آلودہ دروازوں سے دھکیلے ہوئے ایسے ہیں کہ اگر اللہ کے اعتماد پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اُن کی قسم کو سچا کر دے۔''

تو کیا ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ دنیا کافروں کے لئے چھوڑ دی جائے اور راہبوں کی طرح، صوفیوں اور پنڈتوں کی طرح مردم بیزار اور دنیا سے بے نیاز ہوکر رہا جائے۔ حاشا وکلاّ ہمارا مقصد یہ ہے اور نہ ہی اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ بلکہ مالک کائنات نے تو ہمیں دعا سکھلائی ہے کہ مانگتے رہیں

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(البقرۃ:۲۰۱)

''اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔''

اور ہمیں یہ تعلیم دی:

﴿وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (القصص:۷۷)

''اور دنیا میں سے اپنا حصہ فراموش نہ کر، احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔''

www.KitaboSunnat.com

تو دنیا اپنی تمام تر زیب و زینت ،مال و دولت، عورت وشہرت اوراقتدار ولشکر سمیت لازمۂ حیات تو ہے اورضرورتِ زندگی بھی مگر مقصودِ حیات نہیں اور کامیابی کی علامت وضمانت نہیں۔مقصودِ حیات 'ہدایت' ہے اور کامیابی کی علامت وضمانت 'نجات' ہے۔اسی لئے قرآنِ مجید نے ذکر کیا ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾ (آل عمران:۱۴)

''لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس: عورتوں،اولاد،سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے،مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں،مگر یہ سب دنیا کی چندروزہ زندگی کا سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے، وہ اللہ کے پاس ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ غَازِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُصِيبُونَ الْغَنِيمَةَ إِلاَّ تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أَجْرِهِمْ مِنَ الآخِرَةِ وَيَبْقَى لَهُمُ الثُّلُثُ وَإِنْ لَمْ يُصِيبُوا غَنِيمَةً تَمَّ لَهُمْ أَجْرُهُمْ﴾ (صحیح مسلم:۱۹۰۶)

''جب مجاہد اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور اُنہیں (امن وسلامتی سے) مالِ غنیمت مل جاتا ہے تو اُنہوں نے اپنا دو تہائی ثواب دنیا میں پالیا اور اگر (مصیبت یا شکست آئے اور) وہ غنیمت حاصل نہ کرسکیں تو وہ پورے ثواب کے مستحق ہوں گے۔''

امیر المومنین عمر بن خطابؓ کے دورِ مبارک میں فتح فارس کے موقع پر مدینہ منورہ کے بیت المال میں سونے چاندی کے ڈھیر جمع ہورہے ہیں،لوگ خوش ہورہے ہیں اور سیدنا عمرؓ رورہے ہیں۔ساتھیوں نے وجہ دریافت کی تو بتایا کہ کہیں ہمارے اعمال کا بدلہ اسی دنیا میں نہ مل رہا ہو ہم نے تو وہ آخرت کے لئے کیے ہیں۔

مسلمانوں کا امام صرف نماز کا نہیں بلکہ سیاست کا بھی،صرف مسجد کا امیر نہیں بلکہ خلافت کا بھی امام ہوتا ہے۔ملک فتح بھی کررہے ہیں،قوموں کو زیرنگین بھی لارہے ہیں مگر اس کو کامیابی کا معیار اور کامرانی کی حقیقی علامت نہیں سمجھا جارہا۔

www.KitaboSunnat.com

'جاہلیتِ جدیدہ' کے ہاں جب 'ترقی' مقصدِ حیات ٹھہری تو باقی ہر چیز پست ہوگئی۔ مذہب، عقیدہ، اخلاق، شریعت جو چیز بھی ترقی کی راہ میں حائل ہو، اسے توڑ ڈالو، تباہ کردو، بدل دو۔ ترقی کی راہ میں مذہب حائل ہوا تو اُنہوں نے اسے بیڑیاں سمجھ کر توڑ ڈالا، وحی الٰہی سے انکار کردیا، کتابِ الٰہی کو دستور ازکارِ رفتہ بنادیا۔ عقیدہ اگر ترقی کی راہ میں حائل ہوا تو 'لا أدري' کہہ کر اللہ پروردگارِ عالم اور آخرت کی جزا وسزا کو اپنی زندگی سے لاتعلق کرلیا۔ اخلاق حائل ہوا تو معیارِ اخلاق ہی بدل ڈالا۔ مذہب اور فطرت کی بجائے عالمگیر غلبہ Universolisation اور مادی غلبہ اخلاق کا معیار بن گئے۔ حلال وحرام کے الٰہی ضابطے، ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے تو اُنہوں نے حلال وحرام کے پیمانے خود گھڑ لئے۔ اب حلال وحرام وہ نہیں جس کو اللہ، کتاب اللہ اور رسول اللہ حلال وحرام قرار دیں بلکہ ہر وہ چیز حلال ہے جو ترقی کی راہ میں معاون بنے۔

آزادی، مساوات، سود، فحاشی، ملکوں پر قبضے، قوموں کا خون، نسلوں کی تباہی ہر شے جائز اور ہر وہ چیز حرام ہے جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے۔ علم وہ پسندیدہ ہے جو ترقی میں معاون ہو۔ شخصیت وہی محبوب ہے جو ترقی پسند ہو۔ جو مدرسہ 'نجات' کا علم پڑھائے، جو شخصیت 'ہدایت' کی طالب ہو، جاہلیتِ جدیدہ کے اس دور، معاشرے اور حکمرانی میں اُس کا نہ کوئی مقام ومرتبہ ہے نہ کوئی وقار واحترام!!

لیکن ایک مسلمان یہ ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو موت وحیات کو امتحان و آزمائش کے لئے پیدا فرمایا ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ أَیُّکُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملک:۲)

''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔''

اور مالک کائنات نے حکم فرمایا کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کی فکر کی جائے:

﴿یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوْا أَنفُسَکُمْ وَأَھْلِیْکُمْ نَاراً﴾ (التحریم:٦)

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے۔''

مگر بدقسمتی سے ہم لوگ (مسلمان) بھی جس شخصیت کو ترتیب دیتے ہیں، جس معاشرہ کو بناتے ہیں اور جو حکومت اور نظام چلاتے ہیں، وہ ترقی کے لئے تو معاون ہوتا ہے اور 'نجات' و 'ہدایت' کے مخالف یا لاتعلق۔ ہمارے سکول، کالج اور یونیورسٹیاں جو تعلیم دے رہے ہیں، آئندہ نسلوں کی جو شخصیت ترتیب دے رہے ہیں، جو ذہنیت پروان چڑھ رہی ہے اور جو تعلیمی نصاب بنائے جاتے ہیں وہ سب کے سب طالب علموں کو چند روزہ دنیوی ترقی کے لئے تیار کرتے ہیں۔ سائنس یا سوشل سائنس کی تعلیم ہوتی ہے تو 'ترقی' کے لئے۔ یہاں تو 'اسلامیات' کی تعلیم بھی نجات اور ہدایت کے مقصد کے لئے نہیں بلکہ ترقی کی غرض سے لی اور دی جاتی۔ سائنس پڑھنے والے طلبہ و طالبات ہوں یا سوشل سائنس پڑھنے والے، آپ کبھی ان کے ماحول اور مباحث کو دیکھ لیجئے، سن لیجئے!

میڈیا کے ذریعے قوم کی جو ذہنیت بنائی جارہی ہے، اخبارات ورسائل، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے جو تربیت کی جاتی ہے، جو سبق اور تعلیم پھیلائی جاتی ہے۔ ڈرامہ، فلم، ادب، نثر، نظم، اَفسانہ کے ذریعے جو کچھ سکھایا جاتا ہے، وہ مسلمانوں کو نجات و ہدایت کی بجائے ترقی کو ہی مقصدِ حیات بنانے میں مدد کرتا ہے۔

سماجی سطح پر NGOs، معاشی سطح پر سودی ادارے، سیاسی سطح پر حاکمیتِ جمہور، عالمی سطح پر UNO, World Bank, IMF وغیرہ سب ہی ادارے ترقی ہی کو انسانی حیات کا مطمع نظر قرار دیتے ہیں۔ اور انسان کو اس کی حقیقی فوز وفلاح اور ہدایت ونجات سے غافل کرنے میں اپنا اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کررہے ہیں۔

یوں موجودہ دور کے تمام اِدارے سماجی سطح پر ہوں یا سیاسی سطح پر، تعلیمی ہوں یا معاشی، سائنس کے علوم ہوں یا سوشل سائنس کے، ادب ہو یا تاریخ سب کے سب انسانوں کو اسلام اور اس کی تعلیمات سے دور کرنے میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔

اس کے مقابلے میں اسلامی شخصیت، اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت وریاست ہر سطح پر چاہے وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، عقیدہ ہو یا نظام، آخر کار وہ توحیدِ باری تعالیٰ اور آخرت کی

www.KitaboSunnat.com

یاددہانی کے لئے برپا ہوتی ہے۔آدمؑ سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام کے تمام انبیا اسی مقصد کو لے کر مبعوث ہوتے رہے۔ وہ کسی رہبانیت کا سبق نہ دیتے تھے،لیکن ترقیٔ دنیا کو بھی انسانی زندگی کا محور نہ بناتے تھے۔ بلکہ دنیا کے ہر معاملے کو وحی الٰہی کی روشنی میں طے کراتے تھے اور انسان کا مقصدِ پیدائش عبادت و بندگی اور منتہاے مقصود رضاے الٰہی اور نجاتِ اُخروی کو قرار دیتے رہے۔

اسی مقصدِ حیات کی تعلیم پیروانِ نبوت نے اپنے معاشروں میں عام کی۔اسی مقصدِ حیات کے لیے اسلامی حکومت وخلافت برپا ہوتی رہی۔اسلامی مدارس جس علم کو پھیلاتے ہیں وہ وحی کا علم ہوتا ہے۔قرآن وسنت اور ان سے ماخوذ عقیدہ، فقہ اور تزکیہ کے علوم جو انسان کو نجات کی راہ سمجھاتے ہیں۔فنون، طب، ہندسہ، کیمیا، فلسفہ، منطق وغیرہ یا تو ردّ کے لئے سکھلائے جاتے ہیں یا پھر تخصص اور دیگر ضروریات کے لئے، اس لئے یہ علوم فرضِ کفایہ ہیں۔جو علم فرضِ عین ہے وہ مقصودِ حیات یعنی ہدایت ونجات کا علم ہے،نہ کہ آسائش وترقی کا علم یا خواہشاتِ نفس کو پورا کرنے کا علم۔ ہدایت ونجات کا بنیادی علم جو کہ فرضِ عین کی حیثیت رکھتا ہے، جانے اور مانے بغیر کوئی شخص ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرلے یا انجینئر،ڈاکٹر اور سائنسدان بن جائے، اسلام کی نظر میں وہ جاہل یا ماہرفن تو ہوگا،کوئی عالم ہرگز نہیں۔

اسی طرح کوئی بھی معاشرہ اور حکومت جو بندگیٔ ربّ، عدل اور نجات کے بجائے فقط آزادی، مساوات اور ترقی کی اَقدار پر قائم ہو، اسلام کی نظر میں وہ جاہلی معاشرہ اور طاغوتی حکومت گنی جائے گی جو اپنے افراد وعوام کو اللہ کی رضا اور جنت کی بجائے اللہ کے غضب اور جہنم کی طرف لے جانے کا سبب اور وسیلہ بنے گی۔

یاد رہے کہ ترقی وتنزل کا یہ وہ تصور ہے جو جاہلی معاشروں میں پایا جاتا ہے اور مادی پیمانوں میں تولا جاتا ہے۔عروج وزوال کا اسلامی تصور اس سے بالکل الگ شے ہے۔اسلامی حوالے سے تو ترقی مقصدِ حیات نہیں بلکہ نجات مقصدِ حیات ہے،لیکن کیا جاہلی اعتبار سے بھی انسان اور دنیا ترقی کی منزلیں طے کررہے ہیں۔بعض مفکرین کا یہ کہنا ''انسان نے پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑنا تو سیکھ لیا ہے اور مچھلیوں کی طرح سمندر میں تیرنا سیکھ لیا ہے،لیکن انسان کی

www.KitaboSunnat.com

طرح زمین پر رہنا نہیں سیکھ سکا'' اسی طرح یہ قول کہ ترقی صرف اشیا میں ہوئی ہے نہ کہ انسانیت میں، انسان تو پہلے سے بڑھ کر ظالم و جابر، متکبر وسرکش، حرص و ہوس کا بندہ بن کر رہ گیا ہے اور ترقی صرف سائنس وٹیکنالوجی میں معلوم ہوتی ہے۔

لیکن خود اس نقطہ نظر پر بھی..... کہ سائنس وٹیکنالوجی میں شاندار ترقی ممکن ہوئی ہے..... مختلف مفکرین تنقید کرتے ہیں۔ذرا اس بات کو بھی سنئے، زاہد صدیق مغل اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:

''.....کئی دوسرے معیارات سے گھوڑا اور گدھا کار کے مقابلے میں زیادہ بہتر سواری کا نظام فراہم کرتے ہیں مثلاً گھوڑے، اونٹ وغیرہ کی سواری کا یہ کمال تھا کہ یہ سواری ہر سال دو چار بچے بھی دیتی تھی اور اس وجہ سے لوگ ایک دوسرے کو اپنی سواری مستعار دینے میں کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتے تھے اور اس کی انشورنس بھی نہیں کرائی جاتی تھی۔اس میں پٹرول ڈلوانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔اردگرد موجود زرعی زمینوں اور چراگاہوں سے اس کی خوراک کا بندوبست ہوجاتا تھا۔اس سواری کا سفر اتنا سستا تھا کہ اس پر بیٹھ کر امام بخاریؒ نے کئی ممالک کا سفر کیا، اگر یہ سواری ضائع ہوجاتی تو دوسری سواری خریدنا ناممکن نہیں ہوتا تھا۔اگر سواری میں کوئی نقص پیدا ہوجاتا تو اس کو ذبح کرکے کھالیا جاتا، یہ سواری کسی قسم کی ماحولیاتی آلودگی کا باعث نہیں تھی۔اس کا گوبر تک کھاد کے کام آتا تھا۔اس سواری کی دیکھ بھال کے لئے بڑے بڑے ورکشاپ کھولنے کی ضرورت بھی نہیں پڑی، جہاں بیٹھے ہوئے کارندے لوگوں کو بیوقوف بناتے ہوں۔مالک اس سواری کے کل پرزوں کو اور طریقہ کار کو جان سکتا تھا اور جانتا تھا، وہ اس کی خوبیوں، خرابیوں سے واقف ہوتا تھا۔اس کو درست کرنے اور درست رکھنے کے لئے اسے سات سمندر پار سے ماہرین، بروشر، ٹیکنالوجی ایکسپرٹ اور ہزاروں قسم کے ماہرین کی ضرورت نہ تھی۔پھر اس سواری کا سب سے بڑا فائدہ انسان کا صحت مند وجود تھا۔گھوڑے کی پیٹھ پر پندرہ کلومیٹر سفر کرنے کے بعد نہ کسی کو حملۂ قلب ہوتا تھا اور نہ بلڈ پریشر بڑھتا تھا، نہ شوگر ہوتی تھی اور نہ سونے کے لئے نیند کی گولیاں کھانی پڑتی تھیں اور نہ جسم میں طرح طرح کے درد نکلتے تھے جو آج کل کے پیٹ بھروں اور آرام پسندوں کو لاحق ہوگئے ہیں..... بتایئے کیا سائنس وٹیکنالوجی کے ماہرین ان معیارات پر کار کا موازنہ گھوڑے اور اونٹ گاڑی سے کرنے کیلئے تیار ہوں گے؟'' (سائنسی علمیت اور اسلام، غیر مطبوعہ)

www.KitaboSunnat.com

اس گفتگو سے مقصود یہ ہے کہ خود ترقی کے مادی معیارات بھی مختلف ہوتے ہیں اور ترقی ماپنے کا کوئی عالمگیر پیمانہ نہیں ہے، لیکن کسی بھی پیمانے پر ترقی انسان کا مقصودِ حیات بن جائے یا فوز وفلاح کی میزان بن جائے اور نجات و ہدایت کے مقصدِ حیات کو بھلا دے تو تباہی اور گمراہی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ آج پوری انسانیت بالعموم اسی جہالت کے گڑھے میں دھنستی جارہی ہیں جہاں اس نے نجات و ہدایت کی بجائے ترقی و مادیت کو اپنا مقصود قرار دے دیا ہے اور اسی کو کامیابی کی راہ سمجھ لیا گیا ہے۔ جبکہ اسلام کے نزدیک مادی ترقی یا مادی انحطاط کا حقیقی کامیابی سے کوئی تعلق نہیں۔

پرانے زمانے میں بھی کئی قومیں ایسی ہوگزری ہیں جنہوں نے تمدن، بودوباش اور عمارت سازی میں بہت ترقی کرلی تھی۔ اس مادی ترقی اور اس پر ان کے گھمنڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ (فصّلت:۱۵)

''عاد کا حال یہ تھا کہ وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے تھے اور کہنے لگے: ''کون ہے ہم سے زیادہ زورآور''..... ان کو یہ نہ سوجھا جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ زورآور ہے۔''

اسی طرح فراعنۂ مصر اور قارون کا حال قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ فراعنۂ مصر کے دور کی ترقی کا حال تو آج بھی اہرامِ مصر سنا رہے ہیں، لیکن فرعون اور قارون اپنی جاہ وحشمت سمیت غرقِ آب کر دیئے گیے اور زمین میں دھنسا دیئے گئے اور آخرت میں جہنم کا ایندھن بنا دیئے گئے۔ یوں مادی ترقی اُن کے لیے فوز وفلاح کا سبب نہ بن سکی، نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں! ان کے مقابلے میں قرآن مجید اَصحاب کہف اور اصحاب الاخدود کے واقعات سناتا ہے جو اس دنیا میں تو 'ترقی' کی راہ پر گامزن نہ تھے بلکہ اپنے معاشرے اور حکمرانوں کے زیرعتاب آکر رہے، لیکن آخرت میں حقیقی فوز وفلاح سے ہم کنار ہوئے۔

www.KitaboSunnat.com

جو بادہ کش تھے پرانے، اُٹھتے جاتے ہیں!

[مولانا عزیز زبیدی رحمہ اللہ ؛ حالات وخدمات]

مولانا عزیز زبیدیؒ نے اپنی زندگی کے ۳۶ سال منڈی واربرٹن میں گزارے، آپ نے اس عرصہ میں دعوتی صلاحیتیں اس شہر کے باسیوں کی اصلاح کے لیے کھپا دیں۔ اسی طرح ۱۹۴۸ء سے ۱۹۸۴ء تک منڈی واربرٹن اور ۲۰۰۳ء تک لاہور قیام کیا، لیکن آخری دس سال بیماریوں اور پیرانہ سالی کے دیگر عوارض میں گزرے۔ ان کے اکثر ہم عصر احباب اس دنیا فانی سے کوچ کر چکے ہیں جب کہ واربرٹن میں ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد موجود ہے جن میں سے بیشتر بھی اپنی زندگی کی آخری حصے میں پہنچ چکے ہیں، انہی نفوس سے میں نے کوشش کی ہے کہ مولانا کے متعلق یادداشتیں ترتیب دی جائیں۔ عرصہ بیت جانے کی وجہ سے لوگ ان باتوں کو پختہ طور پر تو حافظہ میں برقرار نہ رکھ سکے، لیکن کچھ یادیں اور کام بہرحال ایسے ہوتے ہیں جو انسان کو عمر بھر یاد رہتے ہیں۔ راقم نے انہی لوگوں سے مل کر مولانا کے واربرٹن کے ایام زندگی معلوم کرنے کی بالخصوص کوشش کی ہے جو اپنی ترتیب سے ہدیۂ قارئین ہیں:

پیدائش

مولانا عزیز زبیدی صاحب موضع ساون والی بستی، تحصیل علی پور، ضلع مظفرگڑھ میں یکم فروری ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام قاری فتح محمد تھا۔ گھرانہ دیندار تھا، اوائل عمر میں ہی والدِ گرامی انتقال کر گئے۔ بہت چھوٹی عمر میں آپ کو یہ صدمہ اُٹھانا پڑا۔ آپ جٹ خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو صدیوں پہلے بستی ساون والی میں منتقل ہو گیا تھا۔

تعلیم وتربیت

مدرسہ 'قاسم العلوم' ملتان میں ابتدائی کلاس میں مولانا محمد شفیع سے تفسیر، فقہ، اُصولِ فقہ، نحو، منطق اور دوسرے فنون کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی سکول کی تعلیم بارے کسی کو کچھ معلوم نہیں،

www.KitaboSunnat.com

البتہ تقریباً ۹/سال کی عمر میں آپ نے درسِ نظامی میں داخلہ لے لیا اور ۳۷-۱۹۳۶ء میں آپ بخاری شریف کی تعلیم سے فارغ ہوئے، کچھ عرصہ مولانا عبدالتواب ملتانیؒ کے پاس بھی پڑھتے رہے۔ وہ آپ کو بہت پسند کرتے اور ہونہار شاگردوں میں تصور کرتے تھے۔مولانا سلطان محمود سے جلال پور پیروالہ میں پڑھتے رہے۔جلال پور میں آپ کی کلاس اس مدرسہ کا پہلا سال تھا۔

۱۹۴۰ء میں آپ دارالعلوم زبیدیہ میں دورۂ حدیث کے لیے چلے گئے اور اسی کی نسبت سے زبیدی لکھا کرتے تھے۔اس کے علاوہ آپ نے اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لے لیا اور ۹/فروری ۱۹۴۵ء میں ۳۵۲ نمبروں سے مولوی فاضل کیا۔مولانا کہیں بھی رہے، خوب محنت سے پڑھتے رہے اور کبھی کسی اُستاد کو شکایت کا موقع نہ دیا۔ان کی محنت وذہانت سے سب اَساتذہ خوش تھے۔آپ جہاں بھی تحصیل علم کے لیے گئے،اپنی قابلیت کا لوہا منوایا اور دوسرے شاگردوں میں ہمیشہ ممتاز رہے۔

اَساتذہ

آپ کے قابل ذکر اَساتذہ میں سے احمداللہ صاحب دہلوی جوکہ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد تھے، شامل ہیں۔ ان سے خوب کسبِ فیض کیا اور ان کے علاوہ مولانا عبدالتواب ملتانی (مترجم بلوغ المرام) سے سنن اَربعہ پڑھیں۔مولانا سلطان محمودؒ بھی آپ کے اَساتذہ میں سے ہیں۔ان کے پاس آپ نے شرح الفیہ از عراقی وغیرہ پڑھیں۔ان کے علاوہ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی سے بھی آپ نے علم حاصل کیا۔

قبول مسلکِ اہل حدیث اور شادی خانہ آبادی

آپ مولانا سلطان محمودؒ سے ان دنوں علم حاصل کرنے میں مصروف تھے،آپ کی ذہانت پر مولانا سلطان محمود مطمئن تھے۔مولانا سلطان محمود کی دعوت پر آپ نے اہل حدیث مسلک قبول کیا اور تامرگ اسی مسلک کے پرچارک رہے۔انہی دنوں جب آپ مولانا سلطان محمود کے پاس حصولِ علم کے مراحل طے کررہے تھے،ایک آدمی آیا اور مولانا سلطان محمود سے کہنے لگا کہ میں اس لڑکے سے اپنی بیٹی کا رشتہ کرنا چاہتا ہوں اور اس طرح زبیدی صاحب رشتۂ اِزدواج میں منسلک ہوگئے۔

www.KitaboSunnat.com

منڈی وار برٹن آمد

آپ غالباً ۱۹۴۸ء میں وار برٹن کے ہائی سکول میں ملازمت ملنے پر منتقل ہوگئے۔ وار برٹن میں تقسیم کے وقت چھوڑی گئی سکھوں اور ہندوؤں کی بہت سی املاک بڑی بڑی عمارتوں کی صورت میں موجود تھیں۔اس وقت کا ہائی سکول راجہ سندر داس کا گھر ہوا کرتا تھا اور وہیں سکول کی کلاسوں کا انعقاد ہوتا تھا۔

مولانا کی وار برٹن آمد اور اس کے بعد ہونے والے واقعات سے قبل مناسب ہوگا کہ وار برٹن کی دعوتی لحاظ سے تاریخی حیثیت کا ذکر کیا جائے۔ وار برٹن اس وقت چند ہزار نفوس پر مشتمل ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور اس میں زیادہ تر مہاجر لوگ آباد تھے جو تقسیم کے وقت پاکستان ہجرت کر کے آئے تھے۔ اب تو اس کی آبادی کئی گنا زیادہ ہوگئی ہے۔ سنجیدہ خاندانوں کی اکثریت کی وجہ سے وار برٹن کا مذہبی ماحول دوسرے شہروں کی نسبت قدرے سلجھا ہوا تھا۔ اس شہر کی روایت ہے کہ یہاں کے باسی شروع سے ہی حقیقت پسند واقع ہوئے اور اہل حق کو اگر اس علاقہ میں، جس کے مضافات میں دیہات ہی دیہات ہیں، دین کی آبیاری کی جگہ نظر آئی تو یہی شہر وار برٹن تھا۔ ضلع شیخوپورہ (ننکانہ) میں اہل توحید نے اس سرزمین کو ہموار پایا اور اسے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کی کوشش کی۔

مولانا نے اپنی دینی، تعلیمی وتبلیغی صلاحیتوں سے وار برٹن کے لوگوں کے دل جیت لیے تھے۔ لوگوں کے رجحان کو دیکھتے ہوئے آپ نے مسلک اہلحدیث کو متعارف کروانے کے لیے جماعت اسلامی کو ذریعہ بنایا اور دیکھتے ہی دیکھتے بیسیوں لوگ آپ کے ہم نوا بن گئے

اولادِ خانہ

اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی بیوی نے آپ کو مشورہ دیا کہ وہ دوسری شادی کرلیں جس پر مولانا نے تقریباً ۱۹۵۰ء میں دوسری شادی کرلی، دوسری بیوی کا تعلق ملتان سے تھا۔ اس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام جاوید رکھا گیا۔ نباہ نہ ہونے کی وجہ سے جلد ہی علیحدگی ہوگئی۔ شریف الطبع ہونے کے سبب مولانا نے خوش دلی سے بچہ اپنی بیوی کے حوالے کردیا۔ آج سے ۲۹ سال پہلے ملک برادری کے گھرانے سے ایک بچہ متبنیٰ بنایا جس کا نام مرتضیٰ تھا۔ تامرگ یہی بیٹا ان کے ساتھ رہا، لیکن افسوس کہ مولانا کی طرح دینی علم حاصل نہ کرسکا۔ آپ

www.KitaboSunnat.com

اکثر خواہش کا اظہار کرتے رہے کہ کاش! میری اولاد سے کوئی میری کتابوں کا وارث بنتا۔

جماعت کا قیام

مولانا زبیدی چونکہ جماعت اسلامی سے متاثر تھے اور اس کا پس منظر بقول حافظ احمد شاکر (مدیر'الاعتصام') کچھ یوں تھا:

''جس زمانے میں مولانا حصولِ علم سے فارغ ہوئے، وہ سیاسی وملّی تحریکات کا دور تھا۔ جمعیۃ علماے ہند، کانگریس، مسلم لیگ، اَحرار، جماعتِ اسلامی اور کمیونسٹ وغیرہ تحریکوں کا زور تھا۔ ہر بیدار مغز، صاحبِ علم اور ملک وملت کا درد رکھنے والے باشعور نوجوان کسی نہ کسی تحریک سے متاثر ہوتے۔ان کا لٹریچر پڑھتے اور کسی نہ کسی تحریک سے متفق ہوجاتے یا اس کے ہم آہنگ ہوجاتے۔تحریک قیامِ پاکستان شروع ہونے کے بعد نوجوان مزید مصروف ہوگئے اور اپنا اپنا میدانِ سعی وکاوش منتخب کرلیا۔دین کا علم اور اس سے تعلق رکھنے والے نوجوان جمعیۃ علماے ہند، احرار یا جماعتِ اسلامی میں سے کسی ایک کو پسند کرتے اور اس کی 'خدمت' میں مصروف ہوجاتے۔مولانا چونکہ اصحابِ علم میں سے تھے اور مطالعہ ہی ان کا اُوڑھنا بچھونا تھا اور لٹریچر صرف جماعتِ اسلامی ہی کا میسر تھا، اس لیے مولانا ان کا لٹریچر پڑھ کر جماعتِ اسلامی سے اس طرح متاثر بلکہ اس پر فریفتہ ہوئے کہ اس کے بعد کوئی دوسری جماعت یا مولانا مودودیؒ کے علاوہ کوئی دوسرا لیڈر ان کی نظر میں جچا ہی نہیں۔ان کے دل میں جو مقام جماعت اسلامی کا اور جو عقیدت مولانا مودودی سے قائم ہوگئی، اس میں وہ کسی کو شریک وسہیم نہ کرسکے۔''

('الاعتصام' ۳۰ رمئی ۲۰۰۳ء)

ان دنوں کیلانی خاندان کے چشم و چراغ جناب حکیم عبدالواحد چاندی کوٹی جو کہ اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور جماعتِ اسلامی سے بھی متاثر تھے، نے مولانا صاحب سے مسلکی وابستگی کی بنا پر مشورہ کیا کہ کیوں نہ وار برٹن میں جماعت کا کام باضابطہ طور پر کیا جائے۔ان کے مشورہ پر عمل درآمد کے لیے مولانا زبیدی صاحب نے ۵۰-۱۹۴۹ء میں حکیم عبدالواحد صاحب کو جماعت کا امیر بنا دیا۔ جماعت اسلامی کے تعارفی جلسے میں کوثر نیازی، منور حسن صدیقی، نعیم صدیقی جیسے رہنما شامل ہوئے۔ حکیم صاحب ایک دانا شخص تھے۔اُنہوں نے بڑے استقلال سے جماعت کو منظّم کیا۔ جماعت کے مختلف مراحل ہیں، حلقہ متّفقین کے امیر نذیر نارگ (جو بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور مولانا کے شاگرد تھے) کو بنا دیا

www.KitaboSunnat.com

گیا، اس وقت لاہور کے قیم میاں محمد طفیل ہوا کرتے تھے۔

مولانا اور ان کے رفقا نے باقاعدہ طور پر کام شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بیسیوں لوگ جماعت کے حلقہ میں شامل ہونے لگے، اس میں مولانا زبیدی صاحب کی شخصیت وعلمیت کا بڑا عمل دخل تھا۔لوگ ان سے اس قدر متاثر تھے کہ ان کی شخصیت ہر دلعزیزی کا مرقع بنی ہوئی تھی۔ جماعت کے عہدیداران زیادہ تر وہ طالب علم ہی ہوا کرتے تھے جن کی تربیت مولانا نے سکول میں کی تھی اور وہ آپ کے سکول کے شاگرد ہوتے۔ چونکہ اس زمانے میں جماعت اسلامی پر پابندی عائد تھی اور حکومتِ وقت جماعت کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھی جس کی وجہ سے مولانا جماعت کے باقاعدہ رکن تو تھے ہی، لیکن سرکاری قدغنوں کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ نے صاف طور پر جماعت کا کوئی نمایاں عہدہ قبول نہیں کیا، حالانکہ جماعت کا ہر چھوٹا بڑا کام آپ کی مشاورت کے بغیر نہ کیا جاتا۔اسی طرح مولانا نے جمعیت طلبہ اسلام بھی قائم کی اور اس کا امیر پروفیسر نعیم صاحب (مولانا کے شاگرد) کو بنایا جو ان دنوں ان سے سکول میں پڑھتے تھے۔بقول ان کے کہ

''ہم چند طلبہ کو ایک دن بلایا اور کہا کہ جمعیت طلبہ کی بنیاد رکھیں، سو ہم نے جمعیت طلبہ کا کام شروع کر دیا۔''

مولانا صاحب کی جماعتی کاوشیں وار برٹن کے مضافات میں پھیلتی چلی گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وار برٹن کے مختلف دیہاتوں سے بھی لوگ جماعت کے ہم نوا بننا شروع ہوگئے۔آپ جماعت کے روح رواں تھے۔مولانا مودودی سے اکثر ملاقاتیں رہتیں، جماعت کی بہتری کے لیے تبادلۂ خیال کرتے، جماعت کی غلط پالیسی پر بے دھڑک تنقید کرتے۔بقول آپ کے مجلس میں اکثر ان سے مباحثہ بھی کیا، کچھ عرصہ آپ کو کسی غلط فہمی کی وجہ سے جماعت کی رکنیت سے خارج کر دیا گیا، لیکن دو سال بعد جماعت نے تحقیق کے بعد آپ کو بری الذمہ قرار دے کر دوبارہ جماعت کی رکنیت میں شریک کرلیا۔سکول سے ریٹائر ہونے تک رکنیت پر برقرار رہے۔

مولانا بطورِ ایک استاذ، ایک مربی!

مولانا وار برٹن میں بحیثیت استاذ تشریف لائے۔اس وقت کا سکول وار برٹن شہر کے اندر راجہ سندر داس کا چوبارہ ہوا کرتا تھا۔ایک دو سال وہاں آپ نے کلاسیں پڑھائیں۔غالباً

www.KitaboSunnat.com

۱۹۴۸ء میں سکول کے اَساتذہ اور بچوں نے حکومت سے سکول کی جگہ کا مطالبہ کر کے جلوس نکالا جس کے نتیجہ میں حکومت نے اُنہیں موجودہ ہائی سکول جو کہ قیام پاکستان سے پہلے وار برٹن نامی ایک انگریز کی کوٹھی ہوا کرتی تھی (اسی انگریز کے نام پر یہ شہر 'وار برٹن' کہلایا) کو ہائی سکول کے لیے مختص کر دیا گیا اور تا حال اس میں ہی سکول کلاسیں جاری ہیں۔

مولانا نے سکول میں بھی اپنے مقام و مرتبہ کو بالکل واضح رکھا۔ اَساتذہ آپ سے بہت خوش تھے اور آپ کا بے حد احترام کرتے۔ آپ نے کبھی ہم عصر اَساتذہ کو شکایت کا موقعہ نہ دیا بلکہ وہ اَساتذہ میں شریف النفس انسان کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ ہائی سکول میں آپ کو عربی کا مضمون دیا گیا جو آپ ریٹائر ہونے تک پڑھاتے رہے۔ تاہم مختصر عرصہ کے لیے اُردو فارسی اُستاد کی عدم موجودگی میں اُردو اور فارسی کا پیریڈ بھی لیتے رہے۔

آپ کا اُسلوبِ تدریس آپ ہی کے شایانِ شان تھا، کبھی کسی لڑکے کو مارا پیٹا نہیں، ہمیشہ لڑکوں سے شفقت سے پیش آتے۔ اگر کوئی طالب علم سبق یاد نہ کرتا تو پیار سے سمجھا دیتے۔ ان کے سمجھانے کا انداز اس قدر پراثر ہوتا کہ لڑکے اپنی غلطی پر ندامت محسوس کرتے اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا عزم کر لیتے۔ شیخ ابوذرؒ زکریا صاحب جو کہ ان سے عربی پڑھتے تھے، کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے بالوں کو ناشائستہ انداز میں کنگھی کر کے سکول چلا گیا، مولانا مجھے دیکھ کر کہنے لگے: ''ویکھاں وڈھے وہابی دا پتر تے وڈا وہابی''

اس واقعہ کے بعد آج تک میں نے کبھی بڑے بال نہیں رکھے اور نہ ہی سرننگا رکھا۔ مولانا ہمیشہ کلاس میں اپنے ساتھ ڈیڑھ فٹ کا کالے رنگ کا بیدر کھتے۔ اکثر از راہِ مزاح ڈنڈا لہرا کر طالب علموں کو مخاطب کر کے کہتے کہ بچو یہ دیکھ رہے ہو، کیا ہے یہ؟ میں اسے روزانہ پاؤ دودھ پلاتا ہوں، سبق یاد کیا کرو ورنہ یہ تم پر برسے گا، لیکن مولانا نے سکول کی پوری زندگی میں کسی لڑکے کو اس ڈنڈے سے کبھی سزا نہ دی۔

ڈاکٹر عمر حیات (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں کہ مولانا وقت کے اتنے پابند تھے کہ پانچ منٹ پہلے ہی سکول میں آ جاتے۔ سب اَساتذہ میں وہ ریگولر تھے۔ اس وقت سکول کی اسمبلی میں دعا اور ترانہ نہیں کہا جاتا تھا۔ مولانا پانچ دس منٹ کا درس دیتے اور لڑکے کلاسوں میں چلے جاتے۔ سکول میں دروس کا کام مولانا کے ذمہ تھا۔ طالب علموں کی تربیت میں کوئی کمی واقع نہ ہونے

www.KitaboSunnat.com

دیتے۔ شاگردوں میں صلاحیت بھر دینے کی دھن ہر وقت ان کے سر پر سوار رہتی۔ بقول محمد زبیر کیلانی بن عبدالواحد کیلانی (مولانا کے شاگرد) کہ وہ اپنے شاگردوں پر عقابی نگاہ رکھتے تھے۔

آپ کے تربیت یافتہ اَفراد کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے جنہوں نے آپ سے بہت کچھ سیکھا اور دنیا میں ایک مقام حاصل کیا۔ بہرحال مولانا کی سکول کی حیثیت ایک اُصول پسند استاد اور کامیاب مربی کے طور پر سب کے سامنے تھی۔

مولانا کی مسلکی خدمات

مولانا نے جہاں وار برٹن میں جماعتِ اسلامی قائم کی، وہاں مسلکِ اہلحدیث کے لیے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ مولانا جماعت اسلامی کو مسلکِ اہلحدیث کی ترویج کا ذریعہ سمجھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ جماعتِ اسلامی میں رہتے ہوئے بھی مسلک کے بارے میں کبھی مفاہمت نہیں کی۔ آپ برملا مسلکِ اہلحدیث کے داعی تھے اور حق بات کہنے سے ذرا بھی نہ جھجکتے۔ مولانا مودودیؒ نے جب 'خلافت وملوکیت' لکھی تو آپ نے ان سے صحابہؓ کے متعلق رویے سے اختلاف کیا اور مختلف مسائل میں ان کی مجلسوں میں دلائل کے ساتھ اختلاف کیا۔ مولانا علماے اہلحدیث کو ہی انبیا کا وارث سمجھتے تھے۔

آپ کا مسلک کے ساتھ محبت کا اندازہ اس اَمر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اپنا سارا علمی سرمایہ جو کتب کی شکل میں تھا، اہلحدیث اداروں کو وقف کر گئے۔ جزاہ اللہ خیراً

وار برٹن میں اپنے گھر میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا جس میں بیسیوں لوگ شریک ہوتے اور قرآن وحدیث کا نور لے کر لوٹتے۔ آپ کا طرزِ وعظ اس قدر اچھا ہوتا کہ سننے والے کے لیے بات مانے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ آپ کے درس میں ہر روز ایک نیا نکتہ ملتا۔ ان دروس سے کتنے ہی لوگوں نے توحید وسنت کی روشنی سے اپنے قلوب کو جلا بخشی اور کتنے ہی لوگ بدعات وخرافات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نجات پانے میں کامیاب ہوئے۔

آپ کے دروس گاہے بگاہے وار برٹن کے بااثر گھرانوں میں بھی منعقد ہوتے رہتے، خاص طور پر چودھری منظور اور ان جیسی علاقے کی قد آور شخصیات مولانا کو اپنے اپنے گھروں میں درس کے لیے دعوت دیا کرتیں۔ آپ کا درس کیا ہوتا تھا، قرآن وحدیث کے پھولوں سے لدا ہوا گلدستہ پیش کر دیتے جس کی خوشبو سے سامعین معطر ہو جاتے۔

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر عمر حیات (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں کہ وہ درس دیتے وقت قرآن وحدیث سے کبھی باہر بات نہ کرتے، درس دیتے تو سامنے قرآن رکھ لیتے اور اَحادیث سے اس کی تفسیر کرتے جاتے۔قصوں کہانیوں سے ان کی تقریر مبرا ہوتی، ایسا لگتا جیسے اُن کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔اپنے موقف پر اس قدر دلائل پیش کرتے کہ سننے والے کے لیے مجالِ انکار نہ ہوتا۔آپ کا اندازِ خطابت پرجوش نہیں ہوتا تھا بلکہ بہت دھیمی آواز اور شائستہ کلمات سے مزین تقریر کرتے۔زیادہ تر بات ہاتھ کے اشاروں سے سمجھاتے اور یہ آپ کا خاص انداز تھا جس سے دور بیٹھے لوگوں کو بھی دیکھ کر سمجھ میں آجاتا کہ مولانا کیا کہنا چاہتے ہیں۔درس میں راگ وتصنع جیسی کوئی چیز نہ ہوتی۔دلائل کو اس ترتیب سے پیش کرنا کہ سامعین کو بخوبی سمجھ آجائے بس آپ پر ختم تھا۔درس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوتی جس میں آپ مسکرا کر سائل کو ایسا جواب دیتے کہ وہ مطمئن ہوجاتا۔

اس کے علاوہ مولانا اپنے گھر میں باقاعدہ قرآن کا ترجمہ بھی پڑھاتے جس میں کافی طالب علم شریک ہوتے۔دوسری طرف آپ کی اہلیہ بچیوں کو گھر میں پڑھاتیں۔میاں بیوی کی ان کوششوں کے نتیجہ میں سینکڑوں لڑکے لڑکیوں نے قرآن کے مفہوم کو سمجھا اور اپنی اولادوں کو بھی یہی سبق دیا۔ان دنوں وار برٹن میں کچھ خرافاتی مولویوں نے مسلکِ اہلحدیث کو طعنہ و تشنیع کا ہدف بنایا ہوا تھا۔مولانا نے اپنے دروس اور تحریروں سے فرقِ ضالہ کا خوب ردّ کیا اور مسلکِ حق کے دفاع میں ہمیشہ برسرپیکار رہے۔جرائد میں آپ کے مضامین ومقالات بھی زیادہ تر اسی نوعیت کے ہوتے۔

مولانا کسی مسجد میں باقاعدہ خطابت نہیں کرتے تھے۔ان کی گوناگوں مصروفیات: سکول کی تدریس، تصانیف کا وسیع سلسلہ اور مطالعہ کے لیے وقت، پھر مختلف جرائد کے لیے لکھنے کا کام اور دروس کا سلسلہ جاری رکھنا، یہ سب کام مولانا کی دن رات کی مشغولیت میں شامل تھے،لیکن آپ نے کچھ عرصہ مرکزی جامع مسجد اہلحدیث میں خطبہ جمعہ پڑھایا۔اسی طرح مسجد فاران اہلحدیث میں بھی کچھ عرصہ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔مولانا نے ان خدمات کے صلہ میں کبھی کسی سے ایک پائی بھی وصول نہیں کی بلکہ سکول کی تنخواہ جو کہ ۸۰ روپے ماہوار تھی، سے ہی گزارہ کرتے۔اتنے خوددار تھے کہ کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا مسلکِ اہلحدیث کی ترویج کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر عمر حیات (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں کہ کلاس میں مولانا زبیدی ہمیں نماز سکھلاتے تو اس کے لیے کسی لڑکے کو ڈیسک پر کھڑا کردیتے اور مجھے ابھی تک یاد ہے کہ اَنور بزاز (مرحوم) کو ڈیسک پر کھڑا کرکے کہتے کہ ان کو نماز سکھلاؤ اور وہ نماز باقاعدہ اہلحدیثوں والی نماز ہوتی۔ بہرحال مولانا نے وار برٹن میں ۳۵ سال کے طویل عرصے میں مسلکِ اہلحدیث کے لیے اخلاص کے ساتھ کام کیا اور اس مشن میں اپنی ملازمت کو بھی آڑے نہ آنے دیا۔

مولانا؛ ایک علم دوست انسان

مولانا ایک علم دوست انسان تھے، مطالعہ کے از حد شوقین تھے۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ پڑھتے یا لکھتے رہتے۔ علم حاصل کرنے کا شوق آخر تک اتنا رہا کہ منڈی وار برٹن میں غلہ منڈی والی مسجد کے خطیب مولانا نور محمد جو کہ بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے، سے قدوری پڑھنے جاتے۔ ان کی بے حد تکریم کرتے یہاں تک کہ جب وہ بیماری کی وجہ سے نڈھال ہوگئے تو ان کی منہ سے بہنے والی رال اپنے ہاتھ سے پونچھتے اور کہتے کہ ''اہل علم کی قدر کرو۔''

مولانا کو مطالعہ وتحقیق کا جنون کی حد تک شوق تھا اور اس شوق کو پورا کرنے کے لیے اپنے پاس ہزاروں کتابیں جمع کررکھی تھیں۔ یہ کتابیں وہ طالبِ علمی کے زمانے سے اکٹھی کررہے تھے۔ کتابوں کے خریدنے کا اس قدر شوق تھا کہ اپنی پاکٹ منی کو جمع کرکے کتاب خرید لیتے اور یہ کتابیں آپ کے گھر میں اس قدر جگہ گھیرے ہوئے تھیں کہ کوئی ایسی جگہ جہاں پر کچھ کتابیں ٹک سکتی تھیں، آخر وہ ان کتابوں کی زد میں آجاتی۔ آپا جی (مولانا کی بیوی) آپ سے شکایت کرتیں کہ گھر کے برتن کہاں رکھے جائیں۔ پروفیسر نعیم (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں کہ

''آپ نے ان کو اس بات پر قائل کرلیا تھا کہ ضرورت کے برتن کچن میں رہیں اور باقی سب برتن ہم بوریوں میں بند کردیتے ہیں اور پھر ایسا ہی ہوا۔''

آپ ان کتابوں کے مطالعہ میں غرق رہتے، یہی وجہ ہے کہ آپ مختلف مکاتبِ فکر کی خوبیوں اور خامیوں سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ لوگ علمی رعب ودبدبہ کے لیے اپنے پاس کتابوں کا ڈھیر تو لگا لیتے ہیں، لیکن ان میں اکثر کتابیں ایسی ہوتی ہیں جن کو

www.KitaboSunnat.com

اُنہوں نے چھوا تک نہیں ہوتا، لیکن راقم کو مولانا کی کتابیں جو وہ مختلف اداروں کو وقف کر چکے تھے کو دیکھنے کا موقع ملا اور تقریباً ہر کتاب پر مولانا نے حاشیہ لگایا ہوا تھا جس کا مطلب ہے کہ مولانا نے یہ کتاب اچھی طرح پڑھ رکھی تھی۔ بلا شبہ آپ علمی دنیا میں ادیب، عالم، محقق، مصنف اور ایک عظیم سکالر کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

ظرافتِ طبع

سنجیدگی کی اَچھائیاں اپنی جگہ مگر اس کے ساتھ ساتھ انسان کے اندر ظرافت کا مادہ ہونا ضروری ہے۔ مولانا جہاں سنجیدہ مزاج کے حامل تھے، وہاں ان کی شخصیت میں ظرافت کا عنصر بھی موجود تھا اور بذلہ سنجی اکثر طور اس وقت فرماتے جب دوست احباب کی مجلس میں ہوتے یا پھر اپنے شاگردوں کی اُکتاہٹ دور کرنے کے لیے کوئی ایسا چٹکلہ سنا دیتے کہ شاگرد خوش ہو جاتا۔ زبیر سپرا (مولانا کے شاگرد) کہتے ہیں:

''زبیدی صاحب میرے اُستاد بھی تھے اور دوست بھی، مزاح ان کی رگ رگ میں بھرا ہوا تھا جب بھی سمجھتے کہ میں اُکتا گیا ہوں، کوئی ایسا بھڑکتا ہوا لطیفہ سنا دیتے یا ایسی بات کہہ دیتے کہ میں نہ صرف اس اُکتاہٹ سے باہر آ جاتا بلکہ طبیعت میں ہلکا پن آ جاتا۔''

مولانا کلاس میں از راہِ مزاح اپنے ڈیڑھ فٹ کے ڈنڈے کو لہرا کر کہتے: بچو! یہ دیکھو یہ میرا سانپ ہے اور میں اسے روزانہ پاؤ دودھ پلاتا ہوں جو سبق یاد نہیں کرے گا پھر یہ اس کو پکڑے گا۔ آپ کے چٹکلوں میں بعض دفعہ علمی نکتے بھی ہوتے جو آپ لوگوں کو عام فہم طور پر سمجھا جاتے۔ آپ اکثر گھر کے قریب عظیم سیال (مرحوم) کی دکان پر کچھ وقت نکال کر بیٹھ جاتے۔ دوست احباب و معتقدین آپ کی باتیں سننے کے لیے وہاں پہلے سے موجود ہوتے۔ عظیم سیال (مرحوم) کے بیٹے سلطان ٹیپو جو کہ مولانا کے شاگرد رہے ہیں، کہتے ہیں کہ

''ایک دفعہ حسب معمول مولانا میرے پاس تشریف لائے تو میرے پاس کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے میں نے مولانا سے پوچھا کہ مولانا چائے پئیں گے؟ بولے: کیوں نہیں۔ میں نے از راہِ تفنن کہا: مولانا! مشرک چائے پسند کریں یا موحد۔ کہنے لگے: بھئی موحد چائے پیوں گا۔ مشرک چائے کو کون پوچھتا ہے؟ میں نے ان کے لیے چائے منگوائی اور باقی ساتھیوں کے لیے چائے کے ساتھ برفی بھی منگوالی۔ مولانا کے آگے صرف چائے کا کپ رکھ دیا

www.KitaboSunnat.com

گیا جبکہ ہم نے اپنے سامنے چائے کے ساتھ برفی بھی رکھ لی۔ مولانا نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے: واہ بھئی مجھے صرف چائے پلا رہے ہو اور خود ساتھ برفی بھی اُڑاؤ گے۔ میں نے کہا مولانا میں نے تو پہلے ہی آپ سے پوچھا تھا کہ آپ مشرک چائے پئیں گے یا موحد تو آپ نے موحد چائے کا مطالبہ کیا، لہٰذا ہم نے تو مشرک چائے پینی تھی، سو برفی بھی شریک کرلی۔ آپ کے مطالبہ کے مطابق آپ کو اکیلی چائے دی گئی ہے۔ مولانا برجستہ بولے: اچھا اچھا میں بھی کہوں کہ لوگ شرک کیوں کرتے ہیں، آج پتہ چلا شرک بہت لذیذ ہوتا ہے۔''

اسی طرح مولانا عبدالغفور کیلانی صاحب مولانا کا ایک واقعہ یوں ذکر کرتے ہیں کہ

''اس وقت میں ادارہ 'محدث' میں کتابت کرتا تھا اور مولانا صاحب چونکہ محدث رسالہ میں لکھتے بھی تھے، لہٰذا ایک دن وہ وہیں تھے کہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کے گھر سے کھانا آیا۔ مولانا نے کھانا شروع کیا تو چونک پڑے۔ دراصل کھانے میں نمک زیادہ تھا۔ بولے: ارے بھئی! ان گھر والوں سے کہو کہ مجھے تو پہلے ہی آپ کا نمک خوار ہونے کا اعتراف ہے مزید نمک کیوں کھلا رہے ہیں۔''

ایک دفعہ راقم کا مولانا کے پاس لاہور جانا ہوا۔ میرے ساتھ جامعہ محمدیہ لوکوورکشاپ کے اُستاد محترم عطاء الرحمٰن تھے جو کہ مولانا کے شاگرد تھے۔ عطاء الرحمٰن نے مولانا کا حال پوچھا تو مولانا مسکرا دیئے اور یہ شعر پڑھا ؎

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

مولانا کی جب بھی رگِ ظرافت پھڑکتی تو ایسے علمی چٹکلے چھوڑتے کہ پوری مجلس کشت زعفران بن جاتی، لیکن کبھی ظرافت میں بے اعتدالی نہیں برتی۔

مولانا کی لاہور منتقلی

مولانا جہاں وار برٹن میں ہردلعزیز تھے اور سینکڑوں لوگ آپ کے مداح تھے، وہاں آپ کے حاسدین کی بھی کمی نہ تھی۔ لہٰذا اس مردِ عفیف کے ساتھ بھی وہی ہوا جو عام طور پر حاسدین کی طرف سے ہوتا ہے۔ آپ پر کسی عورت کے ساتھ معاشقہ کا الزام لگایا گیا اور اس پر اس قدر شور مچایا گیا کہ الأمان والحفیظ !!

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس مردِ عفیف نے اپنے ربّ سے ہی اپنی برات کا سوال کیا۔ یہ پراپیگنڈہ اتنا شدید تھا کہ جماعت کے لوگ بھی اس سازش میں آ گئے اور آپ کو جماعت کی رکنیت سے خارج کر دیا گیا،لیکن بعد ازاں غلط فہمی دور ہوجانے کے بعد آپ کی رکنیت بحال کر دی گئی۔ اسی طرح کے حادثات نے آپ کو واربرٹن سے بددل کر دیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے واربرٹن چھوڑنے کا ارادہ کرلیا۔ ویسے بھی آپ کے ریٹائر ہونے کا وقت قریب تھا۔

آپ ۳۱؍دسمبر ۱۹۸۰ء کو سکول ملازمت سے ریٹائرڈ ہوئے اور تقریباً ۱۹۸۴ء میں آپ لاہور کے علاقہ نیوکرول، شالامار میں جابسے۔ لاہور منتقل ہونے کے بعد آپ کی دینی سرگرمیاں قائم رہیں اور وہاں بھی جزوی طور پر درس و وعظ کا سلسلہ چلتا رہا۔ ۱۹۸۵ء میں آپ کو مولانا محمود میر پوری (مرحوم) نے برمنگھم میں دعوت و اصلاح کے لیے بلالیا۔ آپ وہاں دو سال رہے، لیکن ۱۹۸۷ء میں گھریلو مسائل کی وجہ سے واپس لاہور آ گئے۔ قریبی جامع مسجد رحمانیہ اہلحدیث میں کچھ عرصہ خطبہ جمعہ بھی دیا اور اپنے آخری ایام تک نیوکرول میں ہی رہے۔

تالیفات وتصنیفات

مولانا عزیز زبیدی ایک قلم کار، صاحبِ علم وفضل، اہل دانش وبینش آدمی تھے۔ آپ کا قلم صفحۂ قرطاس پہ بے جھجک چلتا اور آپ نے اپنے قلم سے مسلکِ اہلحدیث کے افکار کا بھرپور دفاع کیا۔ فرقِ باطلہ اور بدعات وخرافات کے خلاف آپ کا قلم ہر وقت تیار رہتا تھا۔ شاید ہی کوئی سلفی پرچہ ایسا ہو جو آپ کے قلمی رشحات سے محروم رہ گیا ہو۔ آپ کی تصانیف میں سب سے بڑا آپ کا کارنامہ تعلیقاتِ زبیدیہ ہے جو آپ نے عربی میں صحیح بخاری کے حاشیہ کے طور پر لکھی۔ اس کے علاوہ آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف ۲۵ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہیں، لیکن ان میں سے راقم کو صرف چار پانچ کتابیں مل سکیں، ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

❶ تعلیقات زبیدیہ

یہ بخاری شریف کا حاشیہ ہے اس کے پس منظر میں حافظ احمد شاکر لکھتے ہیں:

''سب سے اہم علمی خدمت جو اللہ نے ان سے لی، وہ صحیح بخاری کی تعلیقات کی خدمت ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ جدہ (سعودی عرب) کے ایک علم دوست بزرگ محمود باحاذق نے فضیلۃ الشیخ مولانا ابوالاشبال احمد شاغف ﷾ کی تجویز وتحریک پر صحاحِ ستہ پر اہل حدیث

www.KitaboSunnat.com

تعلیقات کا ایک منصوبہ بنایا جس کی ابتدا صحیح بخاری شریف سے کی گئی۔ مذکورہ دونوں بزرگوں نے مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ سے اس منصوبے کا ذکر کیا اور اس کی ذمہ داری بھی ان کو سونپ دی، لیکن مولانا بھوجیانی نے خود کام کرنے کی بجائے مرحوم مولانا زبیدی سے مشاورت کے بعد انہی کا نام تجویز کیا۔ پروگرام یہ تھا کہ مولانا کے تکمیل حواشی کے بعد مولانا بھوجیانی اپنی نگرانی میں اصحابِ علم سے اس پر نظر ثانی کرواتے، لیکن ۱۹۸۲ء میں مولانا پر فالج کا حملہ ہونے کے بعد وہ پروگرام دھرے کا دھرا رہ گیا۔ پھر مولانا اشبال اور مرحوم محمود باجاذق سے مشورہ کر کے نظر ثانی کے لیے سارا مسودہ جامعہ سلفیہ بنارس بھیج دیا کہ تعلیقات میں تدریسی مشکلات کا حل اور تجربہ ضروری تھا۔ راقم الحروف کا کئی سال بعد جب ۱۹۹۲ء میں جامعہ سلفیہ بنارس جانا ہوا تو وہاں مشورہ ہوا کہ مولانا زبیدی بطور تحشیہ نگار بعض دوسرے اصحابِ علم کے نام کی اجازت دیں تو تب یہ کام جلد ہو جائے گا۔ راقم الحروف نے واپس آ کر جب مولانا سے عرض کیا تو مولانا نے بلا تامل تحریر لکھ دی جو جامعہ سلفیہ بنارس روانہ کر دی گئی، لیکن افسوس کہ یہ قیمتی چیز ابھی تک منصۂ شہود پر نہیں آ سکی۔'' (الاعتصام: ۳۰ مئی ۲۰۰۳ء)

اصل میں یہ تعلیقات مولانا سہارنپوری حنفی کے مقابلہ میں لکھی گئی تھی چونکہ مدارس میں داخل نصاب بخاری شریف اُنہیں کے حاشیہ سے پڑھائی جاتی تھی جس میں مولانا سہارنپوری نے حنفی مسلک کو بھی جابجا ترجیح دی تھی۔ اشد ضرورت تھی کہ اس کی جگہ بخاری شریف پر سلفی تعلیقات چڑھائی جائیں تاکہ اَحادیثِ بخاری کا مستند مفہوم سمجھا جا سکے۔ یاد رہے کہ ان تعلیقات کے مخطوط کی فوٹو کاپی ادارۂ محدث میں موجود ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ مولانا نے تعلیقات کا کام ۱۹۸۴ء میں ان الفاظ سے ختم کیا:

"وقد فرغت من شويد هذه التعليقات على الصحيح المعروف بالجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه وتسطيرها في رجب يوم الإثنين ١٣٠٣هـ عند أذان الصبح حامدًا ومصليًا و مسلمًا" (۲۵ رجب ۱۴۰۴ھ، ۲۲/اپریل ۱۹۸۴ء)

۱۹۸۴ء میں اس تعلیق بخاری کی تقریبِ تکمیل منڈی وار برٹن کی غلہ منڈی میں ملت کمیشن شاپ کے قریب منعقد ہوئی جس میں میاں فضل حق، مولانا عبدالرحمٰن کیلانی اور دوسرے اہل علم شامل ہوئے۔ اس تقریب میں علما نے مولانا کی اس کاوش کو سراہا اور اہلحدیث مسلک کے

www.KitaboSunnat.com

لیے اسے مولانا کا عظیم کارنامہ گردانا۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی (مرحوم) نے اپنی تقریر میں واربرٹن کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے واربرٹن والو! شاید تمہیں اس فقیر کی قدر کا پتہ نہیں، ہم اہل علم سے پوچھو کہ ان کی قدر ومنزلت کیا ہے۔

❷ خیرالبشر

یہ تقریباً ۹۴ صفحات کا رسالہ ہے جو مولانا زبیدیؒ نے نبی اکرم ﷺ کے بشر ہونے کے اثبات اور نور من نور اللہ ہونے کی تردید میں لکھا۔ مولانا اس کتابچہ کو لکھنے کی وجہ خود ہی اس کتابچہ میں ذکر کرتے ہیں:

''رسالہ' نورانی تقریر' عربی مدرسہ مظہر الاسلام منڈی واربرٹن ضلع شیخوپورہ کے صدر مدرّس مولانا نور محمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور تھے، بشر نہیں تھے۔ بظاہر جو کچھ نظر آتا تھا، وہ آپ کا صرف بشری لباس تھا۔ مندرجہ ذیل سطور میں مولانا موصوف کے اسی رسالہ کا ایک مختصر مگر حقیقت پسندانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ مولانا موصوف کے اس اندازِ تخاطب سے پرہیز کیا جائے جو اسی رسالہ میں اُنہوں نے اختیار کیا ہے، کیونکہ اس سے غرض حق کی نشاندہی ہے، مناظرہ نہیں ہے۔''

مولانا مرحوم نے اسی جوابی کتابچہ میں قرآن وسنت کے نصوص اور علماے احناف کے نظریات پیش کرکے ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ فی الحقیقت بشر ہی تھے نہ کہ کوئی اور مخلوق۔

❸ التلویح بتوضیح التراویح

یہ پرچہ اصل میں مولانا کی ۲۵۰ صفحات پر مشتمل کتاب القول البدیع فی مسئلة التراویح کا خلاصہ ہے، اس میں مولانا نے آٹھ تراویح کے مسنون ہونے پر دلائل ذکر کئے ہیں اور اس کے علاوہ احناف کی عمل صحابہؓ سے پہلوتہی کی مثالیں اور بیس تراویح والی روایات کا محدثانہ جائزہ لیا ہے۔

❹ شرح وترجمہ سنن ترمذی

مولانا (مرحوم) نے مولانا محمود احمد میر پوریؒ کے کہنے پر ترمذی کی شرح اور ترجمہ کا کام

www.KitaboSunnat.com

شروع کیا، لیکن یہ کام مولانا میرپوری کی وفات کی وجہ سے درمیان میں ہی رہ گیا۔

۵ اسلام میں ضابطہ تجارت

یہ کتاب مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی تصنیف ہے جس کی مولانا (مرحوم) نے تہذیب فرمائی۔

۶ دینی جرائد

مولانا نے سورۃ البقرۃ کی تفسیر بھی لکھی جو مختلف جرائد میں چھپتی رہی۔

آپ نے مختلف جرائد میں سینکڑوں مضامین و مقالات لکھنے کے ساتھ ساتھ کئی پرچوں کی ادارت بھی فرمائی۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① منڈی واربرٹن سے شائع ہونے والا جریدہ 'المجاہد' جو کہ ۱۹۶۰ء میں شروع ہوا، میں بیسیوں مضامین لکھے۔

② مسلکِ اہلحدیث کا فکری مجلّہ ماہنامہ 'محدث' لاہور میں سب سے پہلے پرچے بابت شوال ۱۳۹۰ھ بمطابق دسمبر ۱۹۷۰ء میں 'مسلکِ اہلحدیث کا ماضی اور حال' کے نام سے اِداریہ لکھا۔ ماہنامہ 'محدث' میں آپ وقتاً فوقتاً اداریہ لکھتے رہتے۔ آپ کے اُن مضامین و مقالہ جات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے جو ماہنامہ 'محدث' لاہور میں شائع ہوئی۔ 'السنۃ والحدیث' کے نام سے دروس کا طویل سلسلہ شروع کیا جو صفر ۱۳۹۳ھ سے لے کر ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ تک رہا۔ کافی عرصہ قرآن کی تفسیر التفسیر والتعبیر کے عنوان سے چھپتی رہی۔ اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر مولانا کے مضامین کی تعداد بھی بے شمار ہے۔

③ اسی طرح مولانا کا سلسلۂ دروس: درسِ قرآن، الکِتاب و الحکمۃ کے نام سے اور درسِ حدیث السنۃ و الحدیث کے نام سے صراطِ مستقیم برمنگھم میں کئی سال جاری رہا۔

④ ہفت روزہ 'اہلحدیث' میں آپ ۱۸ / مارچ ۱۹۸۸ء تا ۱۸ / جنوری ۱۹۹۱ء مدیر رہے اور اداریہ نویسی کرتے۔ اس کے علاوہ آپ کے بے شمار مضامین اس پرچہ کی زینت بنے۔

⑤ ہفت روزہ 'الاعتصام' میں مضامین کے علاوہ سورۃ البقرۃ کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا جو کافی عرصہ تک شائع ہوتا رہا۔

⑥ ہفت روزہ 'تنظیم اہلحدیث' کی ادارت کا بھی مولانا کو موقع ملا۔ ان کے علاوہ ماہنامہ 'حرمین'، ماہنامہ 'فاران'، اور ماہنامہ 'ترجمان القرآن' میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی ان خدمات کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی دین ہے، جسے چاہے عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو توفیق بخشی اور اپنے دین کا کام لے لیا۔ ع

این سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

علم وعرفان کے ماہِ کامل کا غروب

مولانا وار برٹن سے زخمی دل کے ساتھ لاہور منتقل ہوئے تھے اور یہاں بھی مولانا کو ان جیسے معاملات کا ہی سامنا کرنا پڑا۔ وار برٹن میں کاروباری معاملات میں آپ ایک بھاری رقم کھو بیٹھے تھے۔ کسی کو بیٹا بنا کر ہزاروں روپے دیئے کہ کاروبار کرے، لیکن اس نے مولانا کو رقم واپس نہ کی اور یہاں لاہور میں بھی مولانا نے کسی کو ۷۰، ۸۰ ہزار روپے کاروبار کے لیے دیئے اور وہ آدمی بھی مولانا کو جل دے گیا۔ ۱۹۹۰ء میں مولانا سر کے عارضہ میں مبتلا ہوگئے اور ساری جمع پونجی اپنی بیماری پر لگا بیٹھے لیکن ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی!

مولانا ذہنی طور پر لوگوں کے ستائے ہوئے تو پہلے ہی تھے، بیماری نے آپ کو نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اکثر گھر پر رہتے، کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے، اِکا دُکا لوگ جو وار برٹن میں ان کے شاگرد رہے تھے، حق شاگردی اَدا کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً مالی تعاون کر جاتے۔ اس کے علاوہ لاہور میں کچھ مسلک اہلحدیث سے تعلق رکھنے والے احباب خیال کر لیتے اور پھر آخری تین چار سالوں میں یہ سلسلہ بھی برائے نام رہ گیا تھا۔ مولانا انتہائی لاغر ہو چکے تھے بیماری تھی کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ مولانا کی بیماری عرصہ تین سال سے شدت اختیار کر چکی تھی، ڈاکٹر مولانا کے علاج سے عاجز آ چکے تھے اور آخر کار ۲۷ رمئی ۲۰۰۳ء بروز منگل صبح ۳ بجے علم وعرفان کے ماہ کامل کا غروب ہوگیا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

مولانا کو وہی کھدر کا کفن پہنایا گیا جو وہ آج سے ۴۰ سال پہلے اپنے لیے تجویز کر گئے تھے۔ نمازِ جنازہ مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی نے پڑھائی۔ جنازہ میں علما کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ راقم ادارہ 'محدث' کے ساتھیوں کے ہمراہ ذرا لیٹ پہنچا، جنازہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ دوبارہ جنازہ پڑھایا گیا جو مولانا عبدالسلام فتح پوری نے پڑھایا۔ آپ کی میت کو قریبی قبرستان

www.KitaboSunnat.com

میں دفن کے لیے لے جایا گیا۔ مولانا کے جسدِ خاکی کو قبر میں ڈالا جارہا تھا، لوگ ڈبڈباتی آنکھوں سے مولانا کے جسدِ خاکی کو قبر میں اُترتا دیکھ رہے تھے۔ آخر کار قبر پر مٹی ڈال دی گئی، مٹی کے نیچے میت چھپ چکی تھی، لوگ مٹی کی طرف حسرت وغم سے دیکھ رہے تھے گویا قبر کی مٹی سے شکوہ کررہے ہوں اور کہہ رہے ہوں۔ ع

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

مولانا کی قبر پر مٹی ڈال دی گئی۔ محترم عبدالسلام بھٹوی ﷾ نے قبر پر رقت آمیز الفاظ سے دعا کروائی۔ دعا کے بعد لوگ مولانا کے غم میں نڈھال قدموں سے واپس ہولیے۔ ع

آسماں تیری لحد پر شبنم فشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

واپسی پر میں سوچ رہا تھا کہ قحط الرجال کے اس زمانے میں ان جیسے لوگوں کا موجود ہونا کسی قدر غنیمت ہے، لیکن یہ لوگ بھی آہستہ آہستہ دنیا سے رخصت ہورہے ہیں۔ ع

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

مولانا عزیز زبیدی جیسی ہستیاں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ آج ہم علم وتربیت کے اُفق پر نظر دوڑاتے ہیں تو مولانا جیسی شخصیت کہیں نظر نہیں آتی۔ امام ذہبیؒ کے الفاظ اس موقع پر صادق آتے ہیں کہ

"أين العلم وأين أهله ما كدت أن أرٰى العلم إلا في كتاب أو تحت تراب"

یقیناً مولانا کی وفات موت العالِم موت العالَم کے مصداق تھی۔ مولانا صاحب علم وفضل اور اہل دانش وبینش تھے۔ آپ سراپا ہنگامہ، سراپا سعی مسلسل، رواں دواں، پیکرِ علم وعمل، انجمن پسند اور اپنی ذات میں خود ایک انجمن تھے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد یوسف انور☆

ڈاکٹر اسرار احمد بھی چل بسے..... اِناللہ!

گذشتہ سے پیوستہ جمعۃ المبارک (۲/اپریل ۲۰۱۰ء) کی نمازِ مغرب کے بعد ہماری رہائش کے قریبی تعلیمی ادارہ اُمّ المدارس، گلبرگ (اے) میں ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے خطاب فرمایا۔ سکول کے صاحبِ ذوق منتظم حافظ شعیب صاحب نے اسٹیج پر ڈاکٹر صاحب کے دائیں بائیں کرسیوں پر مجھے اور برادرم حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ کو بٹھایا۔ ڈاکٹر صاحب نے معمول کے مطابق اپنی شعلہ نوائی سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ معاشرے کے بگاڑ، بے چینی واضطراب اور تجارت میں بڑھتے ہوئے سودی کاروبار اور اس کے تباہ کن معاشی اثرات کا گہرا تجزیہ کرتے ہوئے ان تمام تر معاشرتی برائیوں کا حل قرآن وسنت کے 'اقتصادی نظام' کے نفاذ کو قرار دیا۔ ڈاکٹر صاحب کی آواز میں طنطنہ اور جاہ وجلال تو بدستور تھا، لیکن خطاب کے بعد ان کی کمزور طبیعت اور کمر کی تکلیف نے مجھے پریشان سا کر دیا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ ان سے آخری ملاقات اور سماعت ہوگی..... إنا لله وإنا اليه راجعون!

ڈاکٹر صاحب ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور اسلامیات کے سکالر تو تھے ہی، لیکن بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ وہ نہ صرف اہل حدیث کے امتیازی مسائل کی ترجیح کے قائل تھے بلکہ زیادہ تر اپنی خلوت میں وہ ان پر عمل پیرا بھی ہوتے۔ اسی بنا پر وہ جامع مسجد اہل حدیث ساہیوال کے کسی زمانے میں خطیب رہے تھے۔ ان دِنوں وہ اہل حدیث کے جماعتی جلسوں اور کانفرنسوں میں شمولیت بھی فرماتے رہتے۔ جمعیت تبلیغ اہل حدیث، ملتان کی سالانہ کانفرنس باغ، عام وخاص کے موقعوں پر ہر سال ان سے ایک دو روز رفاقت رہتی، تاہم وہ ذہنی وفکری طور پر جماعت اسلامی سے منسلک تھے۔

پھر مولانا مودودی مرحوم سے انتخابی سیاست میں حصہ لینے کے مسئلہ پر اختلاف کی وجہ

☆ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، ضلع فیصل آباد

www.KitaboSunnat.com

سے جماعت کا پورا سینئر گروپ مولانا امین احسن اصلاحیؒ، مولانا عبدالغفار حسنؒ، مولانا عبدالرحیم اشرفؒ اور ڈاکٹر صاحبؒ سمیت جماعتِ اسلامی سے علیحدہ ہوگئے تو ان علم وعمل کے پیکر حضرات نے اپنے اپنے انداز پر دین وعلم کے اِدارے قائم کئے۔

لاہور میں مولانا اصلاحیؒ اور ڈاکٹر صاحبؒ کے فہم قرآن کے پروگرام بڑے مقبول ہوئے تو فیصل آباد میں مولانا عبدالرحیم اشرفؒ نے 'جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ' کے نام سے مثالی دانش گاہ کا اجرا کیا۔مولانا عبدالغفار حسنؒ مختلف اوقات میں جامعہ سلفیہ، کلیہ دارالقرآن والحدیث، جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے،لیکن ان تمام اشاعتِ دین کے گہواروں میں سے ڈاکٹر صاحب کی تنظیم اسلامی اورانجمن خدامُ القرآن کی شاخیں لاہور کے بعد ملک کے بڑے بڑے شہروں میں تشکیل پاتی رہیں۔ انجمن خدام القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہفتہ وار درس قرآن حکیم اور باغ جناح (لارنس روڈ) میں ان کے خطباتِ جمعہ سننے کے لیے دور ونزدیک سے لوگوں کا ایک جم غفیر کھنچا چلا آتا۔ یہ ان کی دینی تڑپ اوراخلاص کے مؤثر مظاہر ہیں۔

ڈاکٹر صاحب ساہیوال سے جب لاہور منتقل ہوئے تو ان کی جگہ ہمارے مرحوم دوست مولانا حافظ عبدالحق صدیقی خطیب مقرر ہوئے جنہوں نے مقامی طور پر اور مرکزی سطح پر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی تبلیغ وتنظیم میں نمایاں کردار ادا کیا اوراہل حدیث کانفرنس میں اپنی خطابتی صلاحیتوں اور دبنگ فکر ونظر کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

۱۹۸۴ء میں ہمارے مرحوم دوست مولانا محمود احمد میر پوری کی دعوت پر برطانیہ جانے کا مجھے اتفاق ہوا تو وہاں جاکر معلوم ہوا کہ برمنگھم کی سالانہ کانفرنس میں ڈاکٹر اسرار احمد بھی تشریف لارہے ہیں۔ چنانچہ اس کانفرنس کی نشستوں میں اور بعد ازاں برطانیہ کے دوسرے شہروں لندن، مانچسٹر، ہیلی فیکس، اولڈہم، بریڈفورڈ اور ایسٹر وغیرہ میں مجھے تبلیغی اجتماعات میں ان کے ہم سفر رہنے کی سعادت حاصل رہی۔ ہمارے ساتھ حضرت پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی مرحوم اورانڈیا سے مولانا مختار احمد ندوی مرحوم بھی شریکِ سفر تھے۔

ظاہر ہے کہ ان نامی گرامی مقررین اور قائدین ملتِ اسلامیہ کے خطابات، تقاریر اور بیان وکلام کے کس قدر اَثرات عوام وخواص پر ہوسکتے ہیں؟ پورے برطانیہ کا ماحول ہمارے ان

www.KitaboSunnat.com

دعوتی وتبلیغی پروگراموں کی بدولت قرآن وحدیث کی تعلیمات سے گونج گیا اور اس دور میں بریلوی علما نے برطانیہ میں اپنی ناپسندیدہ سرگرمیوں کے سبب بعض مساجد میں انتشار اور فرقہ واریت کے پھیلاؤ کے باعث تالہ بندی تک نوبت پہنچا رکھی تھی، اس کا خوب انسداد ہوا اور شرک و بدعات کے بڑھتے ہوئے مغالطوں سے لوگ تائب ہوئے۔ بحمداللہ مسلکِ اہل حدیث کی گویا دھاک بیٹھ گئی۔ برطانیہ میں اب مرکزی جمعیت اہل حدیث کے تعلیماتی اور تبلیغی سلسلوں کا جوایک منظّم کام ہے اس میں ۱۹۸۴ء کی ابتدائی اُن کاوشوں خصوصاً مولانا محمود احمد میر پوری اور مولانا عبدالکریم مرحومین کی تنظیمی وحکمت عملی پر مبنی تبلیغی مساعی کا بہت بڑا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِعظیم سے نوازے اور جمعیت کے وہاں کے موجودہ قائدین وکارکنان کی ہمتوں کو تقویت عطا فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور نے وقت کے اہم مسائل پر بہت سی تصانیف بھی شائع کیں۔ قومی اخبارات میں ان کے علمی وفکری کالموں کے ذریعے دینِ حق کا پیغام بلا شبہ عام ہوا۔ جس بات کو وہ درست اور حق سمجھتے، اسے برملا کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے موقف پر ہمیشہ چٹان کی طرح قائم رہتے ہوئے جرات وبیباکی سے بیان وکلام کی صلاحیتوں کو استعمال میں لاتے۔ ڈاکٹر صاحب سادہ طبیعت، خوش گفتار وخوش رفتار، شب زندہ دار اور مضبوط جسم وجان کے مالک تھے۔

وقت کی پابندی اور موضوع کے مطابق اظہارِ خیال کا کمال سلیقہ رکھتے تھے۔ اُنہیں قرآن حکیم کے تفسیری تشریحات اور نکتہ آفرینی پر عبور حاصل تھا، ملک بھر میں دعوتی پروگراموں کے ساتھ ساتھ بیرونی ممالک خصوصاً بھارت میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کے Peace ٹی وی پروگراموں میں ان کی اکثر شرکت رہتی، جن میں ہزارہا اَفراد اور سامعین مستفید ہوتے۔ ٹیلی ویژن پر اُن کے مذاکروں اور سیمینارز کو خاص اہمیت دی جاتی، جن میں جدید دور کے تقاضوں اور گھمبیر مسائل کا حل وہ بڑی حکمت ودانش سے پیش فرماتے۔ علامہ اقبالؒ کے اُردو فارسی اشعار جب وہ تقریر کے دوران پڑھتے تو ایک سماں بندھ جاتا۔ افسوس اب ایسے ہمہ اوصاف صاحبِ فکر وعمل کہاں؟ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ورثا اور خلف الرشید حافظ عاکف سعید کو اُن کے قائم کردہ اقامتِ دین کے اداروں کو ترقی اور فروغ دینے کی توفیق بخشے اور ڈاکٹر صاحب کی حسنات وخدماتِ دینیہ کو قبول ومنظور فرما کر ان کی بخشش فرمائے۔ آمین!

www.KitaboSunnat.com

www.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 42 No. 8

Monthly MUHADDIS Lahore

5866476
5866396

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
  لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
  لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیرمذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
  لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظرانداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
  لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کردینے کے مترادف ہے۔

- آئین وسیاست سے بیگانہ ہوکر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہوجانا زندگی سے فرار ہے
  لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اُوصاف میں داخل ہے
  لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے —— زرِسالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700